

حقیقی و نظری ہفت

معیار

۹

شعبہ اُردو

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان



سِرِّ الْقُدُّوسِ الْحَمْدُ

ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان سے منظور شدہ

سرپرست:

پروفیسر ڈاکٹر محمد مصدوم یاسین زلی، امیر جامعہ

نگہران:

پروفیسر ڈاکٹر احمد یوسف اللہ ویلٹن، صدر شعبہ جاحدہ

مدرسہ:

ڈاکٹر رشید احمد

معاون مدرسہ:

سید کامران عباس کاکھی

مجلس مشاورت:

ڈاکٹر خدیجہ محمد زکریا، پروفیسر انگریز، پنجاب یونیورسٹی لاہور
ڈاکٹر محمد فتح الرحمن، پروفیسر شعبہ اردو، دارالعلوم کراچی، لاہور
ڈاکٹر رفیعہ شہباز، صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف مائڈن لیکسٹون، اسلام آباد
سونا مانے پاس، ایسوسی ایٹ پروفیسر، گوسا کا یونیورسٹی، جاپان
ڈاکٹر محمد کیسری، صدر شعبہ اردو، تھریلن یونیورسٹی، باریان
ڈاکٹر ابو الکلام قاسمی، ڈین شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اتر پردیش
پروفیسر قاضی اشفاق حسین، شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اتر پردیش
ڈاکٹر مصطفیٰ اعجاز، شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اتر پردیش
ڈاکٹر کریم خان، لاٹر ہیڈ شعبہ اردو، پینڈل برگ یونیورسٹی، جرمنی
ڈاکٹر جلال سیدان، صدر شعبہ اردو، انقرہ یونیورسٹی، ترکی

ماہی کے لیے:

شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ایچ ۱۰، اسلام آباد
ٹیلی فون: ۵۰-۹۰۱۹۷۰۱، ۵۰-۹۰۱۹۷۰۲، ۵۰-۹۰۱۹۷۰۳، ۵۰-۹۰۱۹۷۰۴

برقی پتہ:

meyar@iiu.edu.pk

ویب سائٹ:

http://www.iiu.edu.pk/meyar.php

لکھے کا پتہ:

کتاب سٹور: دارالافتاح، اسلامی، لعل مسجد کسٹہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ٹیلی فون: ۵۰-۹۲۶۱۷۷، ۵۰-۹۲۶۱۷۸

ترتیب و تصدیق:

محمد اسحاق خان

تائید:

زلمیہ احمد

ISSN:2074-675X

ترتیب

ابتداء سے

- انجمن پنجاب کی ایک نایاب رچرٹ (۱۸۶۹-۱۸۷۳ء) ڈاکٹر جسٹس کاشمیری ۹
- سر فخر الدین اشرفی کی محنت و ہمت پر ایک نیا دور کی روشنی ڈالنے والی کتاب ڈاکٹر ناصر عباس خیر ۳۷
- ڈاکٹر دینائی محمد کے اردو تصانیف (حصہ دوم)
- چاندھار میں شہر شریف کی تدریس و تالیف کے مسائل اور امکانات ڈاکٹر ارشد محمود شاہ ۸۱
- ☆☆☆
- برصغیر میں مسلم حکومت اور معاشرے کا تخلیقی دور ڈاکٹر اظہار انصاری ۸۷
- پاکستانی اردو افسانے میں پنجابی دیہات کا ایک نمایاں کردار: جاگیردار ڈاکٹر قاضی محمد ارشد عابدی ۹۹
- عالمگیری: تنازعات و امکانات ڈاکٹر سید ناصر حسین احمد مدظلہ ۱۱۹
- نوآبادیاتی پس منظر میں "ان اوقات" کا مطالعہ صفدر رشید ۱۳۱
- مظاہرہ سید میں جاگیردار کی نظام کا عروج اور اردو شاعری سید رفیع عابدی ۱۳۳
- پاکستانی چکر کا پس منظر ناصر ہمنور ۱۵۱
- ☆☆☆
- علم عروض کا آغاز اور نشاۃ (ایک غیر نقدی، معروضی جائزہ) ڈاکٹر جواد علی، ترجمہ: عرفان دوق ۱۵۹
- اردو عروض: ارتقائی مطالعہ محمد ذبیر ظاہر، ڈاکٹر روبینہ قرین ۱۸۱
- ☆☆☆
- اردو کے تحقیقی جزائے ڈاکٹر حفیظ جادوی ۲۰۱
- ارسطو کے تصور شعر و فن کی نئی تشریح ڈاکٹر اقبال آفاق ۲۰۹
- ☆☆☆
- علامہ محمد حسین عرفی کی شاعری: عقلی و سمجھتی مطالعہ زلمی حسن چغتائی ۲۳۷
- شاہ حسین کا مکتب: ایک تجزیاتی مطالعہ قریشی چار ۲۳۹
- ☆☆☆
- غالب کی نئی نئی اظہار اور اس کی شخصیت ڈاکٹر عزیز انیس انجمن ۲۸۱
- دیوان غالب (نثر و شاعری) کی ترتیب و تدوین: ایک تجزیہ ڈاکٹر محبت ربیاب ۲۹۳
- ☆☆☆
- اقبال کا شعور فن ڈاکٹر راشد رشید ۲۹۹
- اقبال کے ایک مجموعہ: محمد امجد سید نظام میراں شاہ ڈاکٹر بدر شمس ۳۱۵

☆☆☆

- ملو اور موجود انسانی رویے
- پاکستان میں سماجی تبدیلیاں اور ملو کے افسانے
- گوہر کی ہنرور اور سعادت حسن منٹو ایک تجزیاتی مطالعہ
- منظر بحیثیت فلمی نوا: تجزیاتی مطالعہ
- ڈاکٹر نسیم ہاشمی ۳۲۹
- ڈاکٹر خالد محمود بٹ ۳۲۳
- ڈاکٹر پروین گل ۳۲۳
- سید کاظم عباس کاشمی ۳۵۱

☆☆☆

- ”شامِ ہوا“ اور ”سنگِ گراں“: صورت، تصور اور نمائندگی
- مزین احمد کے ناولس: تاریخ و تہذیب کی تہذیبیت
- قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں باہرہ لطیفاتی عناصر
- اردو کی نثری داستانیں اور فن کے مرکزی کردار: مجلس چارہ
- نثر کا جدید سماجی تجربہ
- ڈاکٹر مقید بشیر ۳۵۹
- ڈاکٹر سمیرا اشفاق ۳۶۵
- ڈاکٹر فریحہ کجست ۳۷۵
- ڈاکٹر حمیدہ مجسم ۳۸۳
- ڈاکٹر ریاضہ کوثر ۳۹۳

☆☆☆

- ”تقسیمِ اقصیٰ“ کی کشمکش و کشیدہات: ایک انتخاب
- مولانا غلام رسول مہر: بحیثیت سیاست دان
- بلکہ نثر جدیدی و تحقیقی مطالعہ
- ڈاکٹر محمد حیدر ندوی ۴۰۳
- ڈاکٹر محمد آصف احمدان ۴۲۱
- ڈاکٹر روینہ شازین ۴۲۹

☆☆☆

- ایک ترقی پسند نکتہ کا غیر ترقی پسند مدبر
- ہدیہ اردو نثر اور محمد سلیم الرحمن کی شعری کائنات
- ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی اردو خدمات
- ضیاء جالبہ عربی کی شاعری میں معاشرتی عناصر
- ڈاکٹر گلشن حسین ۴۳۷
- ڈاکٹر مایہ کوثر ۴۴۵
- نہایت اظہار ۴۶۱
- شیراز فضل داد ۴۶۷

☆☆☆

- فیض: ایک انسان دوست شاعر
- فیض اور انیسویں صدی کا منظر نامہ
- فیض کی اقبال جہی
- فیض، انقلاب اور باہرہ نوا ادبیاتی نظریہ
- فیض اور فیض کا سیاسی شعور
- ڈاکٹر خالد اقبال یاسر ۴۷۵
- ڈاکٹر عبدالحکیم خالد ۴۸۳
- ڈاکٹر خالد ندیم ۴۸۷
- ڈاکٹر محمد سیر احمدان ۵۰۱
- ڈاکٹر محمد مریم جسم شاکر ۵۱۱

☆☆☆

- اردو زبان کا معنور انسانی منظر اور چہرہ صاف
- ڈاکٹر شاہد شاہد داد اور شاہ ۵۱۵

☆☆☆

- ”زراے لکھ“ (چیدانِ غزل): ایک مطالعہ
- ڈاکٹر طالب حسین سیال ۵۳۱

☆☆☆

- انریکس (شجرہ ۹)
- سید کاظم کاشمی رحیم احسان خان ۵۳۵

اہم نکتے

کیا پاکستانی جامعات میں تحقیق کا معیار قسطنطنیہ ہے؟ اس سوال کا جواب اثبات میں دینا خاصا مشکل ہے، اس لیے کہ ہماری جامعات میں زیادہ زور دس و تدریس پر ہے، حالانکہ تدریس کا کام دوسرے اداروں یعنی کالجوں میں بھی ہو رہا ہے۔ اکثر کالجوں میں بی۔ ایس اور ایم۔ اے کی سطح کی تدریس ہو رہی ہے۔ جامعات میں یہ سلسلہ آگے۔ لیس اور پی ایچ۔ ڈی تک پھیل جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر تدریس ہی جامعات کی بنیادی پہچان ہے تو پھر ایک کالج اور جامعہ میں کیا فرق ہے۔ ہماری رائے میں جامعات کا بنیادی کام تحقیق کو فروغ دینا ہے اگر جامعہ کے کسی بھی شعبہ میں تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیقی کام نہیں ہو رہا تو یہ جامعہ کے نقضوں کے مطابق نکلا۔

تحقیقی کاموں کے بڑے شعبہ زوایہ ہیں ان میں سے ایک تحقیقی و تنقیدی محقق کا (ایرا بھی ہے۔ اس نوع کے محقق میں جہاں جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ اپنی کاوشوں کا اظہار کرتے ہیں وہاں جامعہ سے باہر کے کئے گئے دلوں کی تحریروں پر بھی بحث پاتی ہیں۔ اس لیے کسی بھی شعبے کا تحقیقی و تنقیدی محقق اس شعبہ کی علمی سرگرمیوں کی پہچان دیتا ہے۔ ”معیار“ بین الاقوامی اسلامی جرنلزم کے شعبہ اُردو کا ترجمان ہے جس میں پاکستان، مصر، بلکہ پورے عالم کی جامعات کے اساتذہ اور طلبہ کی تحریروں شائع ہوتی ہیں۔ مناسب تنقیدی چھان بین کے بعد ان تحریروں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں کئی مشکلات آتی ہیں، اول یہ کہ اُردو کے لیے ایچ ای سی کے منکھور شدہ جملوں کی تفسیر صرف ہارد ہے ان میں سے بھی اکثر نکتے تاخیر سے شائع ہو رہے ہیں، جس کی وجہ سے مضامین کی اشاعت میں تاخیر ہو جاتی ہے لیکن کئی نکتے والے ایک ہی مضمون ٹھوڑی بہت تدریسی کے ساتھ مختلف جہان میں اشاعت کے لیے بھیج دیتے ہیں۔ ایچ ای سی کی دیلات کے مطابق کسی مضمون کی اشاعت کے لیے جو مراحل درپیش ہوتے ہیں ان میں کچھ عرصہ لگ جاتا ہے ان مراحل سے گزر کر جب مضمون کا انتخاب کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون تو کسی اور جگہ بھی چھپ گئی ہے۔ اس لیے مثال نگار حضرات کو چاہیے کہ وہ مضمون بھیجنے سے بعد اس کی اشاعت کا اظہار کریں اور صرف اظہار کی صورت میں اسے لکھیں اور بھیجیں۔

۱۶۶

پاکستان میں اُردو اگرچہ آئین کے مطابق قومی زبان ہے لیکن اُردو کو ملٹی زبان بنانے کے لیے ہمارے قومی نمائندوں نے جو ملٹی گروار ادا کیا ہے ان کی روداد معیار کے گزشتہ نمبروں میں چھپ چکی ہے۔ جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ ہمارے قومی نمائندوں کا تقاضا اُردو کے سوا لے سے کیا رو رہا ہے۔ حال ہی میں قومی ایس ایس ایم ایل میں قومی ایس ایس ایم ایل

ہے۔ ہم کے مطابق اردو کو قومی زبان کی بجائے دوسری یا کستانی زبانوں کے ساتھ شامل کر کے سب کو پاکستانی زبانیں کہا گیا ہے اور جو یہ کیا گیا ہے کہ جب تک یہ زبانیں ترقی یافتہ صورت اختیار نہیں کرتیں، انگریزی تہاہل زبان کے طور پر دفاتر میں رائج رہے گی، اگر یہ بنی منظور ہو جاتا ہے اور جس کی ہلکی تک کوئی مخالفت بھی نہیں ہوئی تو پاکستان میں اردو کے خدائے امکان تہاہل کے لیے مصروف ہو جائیں گے۔ اردو سے محبت رکھنے والوں کے لیے یہ لکھ رہا ہے۔

☆ ☆ ☆

معیار کا نواں شمارہ پیش خدمت ہے۔ اس شمارے کے مندرجات کا مجموعہ اس کے لکھنے والوں کا مہربان ملٹ ہے۔ اردو سب خواہیں و حضرات کا شکر گزار ہے، جنہوں نے معیار کے لیے لکھی مباحثات فرمائی۔

مقالہ نگاروں سے درخواست ہے

- ☆ مطلوبہ مقالات نہ ارسال کیے جائیں اور ایک ہی مقالہ مختلف جرائد میں نہ بھجوائیں۔
- ☆ مقالہ بھیج کر چھپنے یا نہ چھپنے کی اطلاع کا انتظار کریں۔ ایچ ای سی کے جرائد میں مقالات کی اشاعت کے کی مراحل ہیں، خصوصاً 'Peer Review' جس میں تاخیر ہو سکتی ہے اس دوران اگر مقالہ کسی دوسرے جریڈ کے کو بھیج دیا جائے تو اس سے دونوں جرائد کی سادھ متاثر ہوتی ہے۔
- ☆ حوالہ جات/حواشی/تعلیقات اندر لکھی گئی ہدایات کے مطابق دیئے جائیں۔
- ☆ مقالہ کے اردو عنوان کے ساتھ عنوان کا انگریزی ترجمہ بھی درج کریں نیز اپنا نام/مہندہ/پتہ اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی لکھیں۔ اس سلسلے میں راہنمائی کے لیے معیار کے شمارے دیکھے جاسکتے ہیں۔
- ☆ انگریزی میں Abstract طویل نہ ہو نیز ایک الگ صفحے پر اس کا اردو ترجمہ بھی لکھ کر ارسال کریں۔
- ☆ اپنے مقالے کا اشاریہ (نام، کتب، مقامات، اوارے) بھی طے کیا۔

انجمن پنجاب کی ایک نایاب رپورٹ (۱۸۷۳ء-۱۸۶۹ء)

Anjuman Punjab has a peculiar and valuable status in Urdu Literature History. As the objective of Anjuman was to protect interests of East India Company but its negative and positive effects on Urdu Literature are remarkable. Republishing of this unique report (1874-1869) will enable to understand the objectives of Anjuman-e-Punjab.

۱۸۵۷ء کی بڑی جنگ و فساد کے کچھ برس بعد برطانوی سرکاری دہلی حکومت محلی میں پیر لیبلز کا ایک اور شروع ہوا تھا۔ اس پیر لیبلز کا مقصد یہ تھا کہ برطانوی اشرافیہ کی طرف شمالی کا پاتھ بڑھایا جائے اور اس مقصد کے لیے ملک میں نئی انجمنوں کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی۔ دراصل یہ انجمنیں حکومت اور برطانویوں کے درمیان ایک پلی کا کام کرنے کے لیے بنائی جارہی تھیں۔ اسی قسم کی ایک انجمن ۱۸۶۹ء میں ”انجمن پنجاب“ ۱۸۷۳ء میں قائم کی گئی تھی اس انجمن کے صدر ڈاکٹر الیکٹر بنائے گئے تھے جو گورنمنٹ کانٹنٹ اور کے سٹے پر کل مقرر ہو کر یہاں آئے تھے۔ پنجاب کے تعلیمات گورنمنٹوں کے سرپرست آقا تھے۔ انہوں نے دوسرا مرکز، علیا اور بڑے کھلے لوگ اس انجمن کے رکن بنائے تھے۔ انجمن کے پہلے جلسہ میں حکومت پنجاب کے دہلی سرکاری دفتر اور کے منظر نامہ خان اور علما میں شریک ہوئے تھے۔ انجمن کے قیام کے ساتھ ہی یہاں بھی، دہلی، اصلاتی اور سے سرائی علوم پر مقالے پڑھے جانے کی ابتدا ہوئی اور بہت جلد اس انجمن کی شہرت پنجاب اور ہندوستان میں پکڑ گئی۔

میں ستانوں کے مطالعہ اور گفت و شنید کے بعد جب پنجاب حکومت نے سرائی میں معاشرتی علوم اور مشرقی ادبیات کے فروغ میں دل جمعی کا اظہار کیا تو انہوں نے خوش آمدید کہہ چڑی۔ چنانچہ انجمن پنجاب وہ ادارہ تھا جس نے تعلیمی کار و پنجاب میں مغربی علوم کا پچھلے دور لوگوں نے سرائی تعلیمات اور سرائی ایجادات کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ انجمن پنجاب کے پیرام میں ہر طبقہ کے علماء مشرقی علوم اور پچھلے کی طرف بھی پانچھوس تھوڑی گئی تھی اور یہ بات انجمن کے بنیادی پروگرام کا نمایاں حصہ تھی۔ انجمن کے ان پروگراموں میں سرائی محرمین آزاد، لطیف حسین حالی، پیارے لال آغوش اور مولوی کریم الدین نے اپنے خدمات پیش کی تھیں۔ انہوں نے کتابوں کے طبع اور ادب کے شائقین نے اس میں بڑی بھری دل جمعی کی تھی۔

انجمن کے نئے منصوبوں میں ایک بڑا منصوبہ ایک یونیورسٹی کا بھی تھا جس میں مشرقی علوم، ادبیات، انجمن اور یورپین سائنس کی تدریس کا پروگرام شامل کیا گیا تھا۔ حکومت پنجاب نے اس یونیورسٹی کو قائم کرنے کے لیے بڑی شہرت رکھنے والی کمیٹی کو بنوادی کی تاجاں کے لیے سربراہ پنجاب کے لوگوں کو فراہم کرنا چاہا۔ اس کام کے لیے ڈاکٹر الیکٹر نے صدر دہلی ڈول کی اور سربراہ کھٹکے کرنے کے لیے دہلی رات سخت ضرورت کر دی۔ اس کام میں سربراہ کے قیام نے مدد کی۔ صدر اور دوسرا مقامی سرکاری قیام اور انجمنی ملازمین نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق چند فراہم کیا۔ مگر اس کام میں گراں قدر مساعرت پنجاب کی مساعرتوں نے کی جن میں منظر اور پیر لیبلز کی مدد خصوصاً قابل ذکر ہے۔ ۱۸۶۹ء میں لال اور میں یونیورسٹی کانٹنٹ اور اس کے بعد یونیورسٹی کے لیے تن ادائی سے کام جاری رکھا گیا۔ ڈاکٹر الیکٹر اور انجمن پنجاب نے یونیورسٹی کے لیے یہ سہ کیا تھا کہ یہاں مشرقی ادبیات اور ہندو سائنس علوم کی تربیت دی جائے گی اور تدریس میں اردو گورنمنٹ تعلیم بن جائے گا۔ اس میں ان منصوبے کی وجہ سے پورا پنجاب ڈاکٹر الیکٹر کے ساتھ تھا۔ اور یہاں کے بڑے شہریوں میں اس منصوبے کی حمایت میں اچھاں کیے جاتے تھے۔ ۱۸۸۰ء کے بعد یونیورسٹی ڈاکٹر کرنے کا فیصلہ ہونے لگا تھا۔ اور اس میں بھی ٹرڈ سے سرائی احمد خان نے پنجاب یونیورسٹی کے علمی منصوبے کی ہر پراپرٹاں شروع

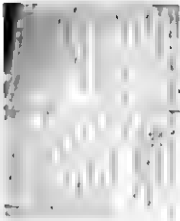
کی اور کارنامہ کی زور و مضمون شائع کیے۔ سرسے نے ۱۸۶۹ء میں قیام لندن کے دوران یہ اعلان کیے تھا کہ کبھی ترقی کے لیے دھرم و تعلیم اور زبان کو بچایا جائے گا مگر جب پنجاب میں اس دھرم و تعلیم کی بے غرضی قائم ہوئے گا وقت آئے گا کہ انہوں نے زبردست مخالفت کی۔ نتیجہ کے طور پر پنجاب میں سرسے کے خلاف سخت رد عمل ظاہر کیا گیا۔ بہر حال جب پنجاب کو غلامی کا چارواک ہوا تو اس میں سرکاری زبان کو دھرم و تعلیم قرار دیا گیا تھا۔ دراصل اس کی چند سرحد کی مخالفت ہی کی گئی اور اثرات بھی تھے۔ ۱۸۶۵ء میں انجمن قائم ہوئی تو اس وقت یکبارہ اس کی سرپرستی میں مسٹر جین کا ایک موثر گروہ یہاں موجود تھا جو ترقی و ترقی کی راہوں کی ترقی کا یہ زور دے گا۔ یکبارہ کے بعد بھی آئے اسلئے حکم رانوں نے مسٹر جین کی سرپرستی چوری کر لی۔ مگر ۱۸۸۰ء کے آس پاس پنجاب میں مسٹر جین زوال کی لڑتے آچکے تھے اور یہاں Anglican اکثر ہو چکے تھے۔ گھڑا دیلی کن بھی اسی گروہ کا حصہ تھا۔ اس لیے انجمن پنجاب اور مسٹر جین اپنے ساتھ مدعو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ لاکٹر کو اس بات کا گہرا دکھ تھا۔ اس نے کئی عبادت میں یہ کہہ کر جس مقصد اور مقصد کے لیے انجمن پنجاب کو سرپرستی نے مرہبان فرمایا تھا اس مقصد کے لیے اس مقصد سے انحراف کرتے ہوئے حکومت پنجاب نے غلامی کو سر کی اطاعتی طور پر یہ بہت غلام کارروائی کی تھی یہ بات اپنی جگہ درست تھی لیکن پنجاب کی غلامی کا قیام بہت مستحق تھا۔ مثالی بندہ اس ادارے نے نئی تعلیم کے دور آئے اور دیکھے تھے۔ یہ بات کہنے کی ضرورت ہے کہ حکومت وقت نے ایک مخصوص کلکشن دینے سے یہاں جو نصاب تصدیق کیا وہ کلکشن مقصد کا عمل تھا۔ نئی تعلیم یہاں آئی تو چار دیواری میں گروہ دو سطح پر تھی اور کلکشن مقاصد کو پورا کر دیتی تھی۔ ۱۸۷۵ء انجمن کی تاسیس میں بہت اہم رہا تھا۔ ۱۸۷۳ء میں پنجاب کے گورنر نے نصاب تعلیم کی کمیٹی پر چھ اعتراضات کیے تھے اور کلکشن پلاننگ کو یہ چاہت تھی کہ ان کی ضرورت کے نصاب میں قدیم مشرقی شاعری کی جگہ مقرر فطرت پرانی تعلیم لکھو کر نصاب میں شامل کی جائے۔ ۱۸۷۳ء میں پلاننگ نے انجمن پنجاب کے زیر اہتمام سترہ سفیروں کا ایک جلسہ شروع کیا جس میں شاعرانہ فطرت اور ماحول پر تھیں لکھیں۔ جی ہیر آزاد نے ان سفیروں میں دو لکھیں چھپیں۔ چندستان بکر میں ان سفیروں کی دعوت کی گئی جس کے بعد سرسے اثرات مرتب ہوئے۔ انیسویں صدی کے رائج آخر میں تو انجمن شاعری پر تھی مگر تیسویں صدی سے اس روایت کا شائبہ اور ماحول ہو گیا۔ انجمن کی قائم ۱۸۷۵ء میں جنوں میں تھی اس تحریک کا بڑا شخصیتیں کرشمہ ہوئی۔

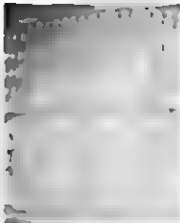
انجمن پنجاب اس وقت تک فوہل رہی جب تک ڈاکٹر ڈاکٹر کا ماحول اثر قائم تھا۔ ان کی ریڈر سٹ کے بعد انجمن کا زوال شروع ہوا۔ پنجاب حکومت نے انجمن کو کئی چنگ اڈا گرانٹ بند کر دی، اپنا تعاون ختم کر دیا اور یوں انجمن بے حال کی سبب بے حد سکڑ رہی ہوئی۔ انجمن کا ماحولیاتی حالات ہال کے سامنے والی دشت پر تھا۔ دشت کا کل داہن لے لیا گیا اور مٹی اور ہال کا کام بہاد ہو گیا اور انجمن ۱۸۸۰ء کی دہائی میں دم توڑ گئی۔ انیسویں صدی کے قصبہ آخر میں انجمن پنجاب کا کام سب سے خراب تھا۔ اس دور میں انجمن ڈاکٹر ڈاکٹر کے کردار اور لاہور کی علمی و ادبی سرگرمیوں میں حصہ لینے والے افراد پر روایتی دانے کی ذہنی سرور ہے۔ پنجاب کی تاریخ کے نہایت روشن باب پر اب تک کام نہیں ہو سکا ہے۔ لاہور کی علمی و ادبی تاریخ کے لوگوں کے کام کی تعلیم ہوئی چاہے انیسویں صدی کے نصف آخر میں لاہور میں ہونے والے اس طوفانی ڈرامے کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ انجمن پنجاب پر قابل توجہ کام بہرے اور تاریخی و ادبی کاہنوں میں تو ضرور ہوا ہے مگر ادبی دانش کاہنوں نے اسے قابل اہتمام نہیں سمجھا ہے۔ دے کر انجمن پنجاب کے سفیروں کا ذکر کرتے ہوئے کہ اس لاہور کی ادبی فطرت اور علمی ماحول کا ذکر نہیں ہوتا جہاں تیسویں صدی کے ادب کے لیے تیار فراموش کی گئی تھی۔

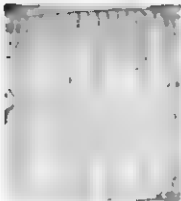
تین کئی مدت سے انجمن پنجاب کے بغیر ات ۱۹۱۳ء کو رہا ہوں اور اس ماحولی میں کافی مصروف دست و پا ہوئے ہیں ان میں انجمن کی پرستش کرنا اور یہ پیش کش کا عمل دیکھا گیا۔ اگر یہ ہوا دے آئے ہاتھ تو انجمن پر کئی مشکل سرگرمیوں کا آغاز ہو سکتا ہے۔ اس کی بنیاد میں ڈاکٹر رشید احمد صاحب کے حکم پر ان ۱۸۶۹-۷۳ء کی ایک مہم "سلیڈز" میں اشاعت کے لیے دے رہا ہوں، ان کی دوستانہ سی خواہش پر یہ کام کیا گیا ہے۔ ۱۸۶۹-۷۳ء کی یہ مہم انجمن کے دور سے ہے مجھ مطبوعہ اور دل چاہے مطبوعات دینی ہے اور انجمن کی علمی سرگرمیوں کو ۱۸۸۰ء سے سامنے آتی ہے۔

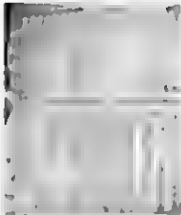


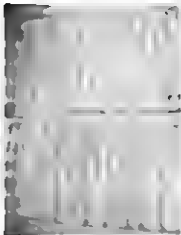


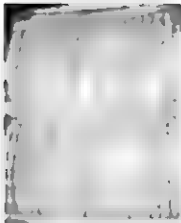


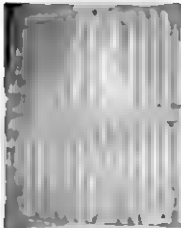


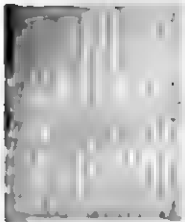




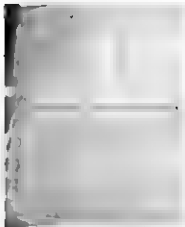


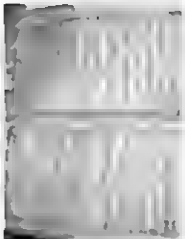




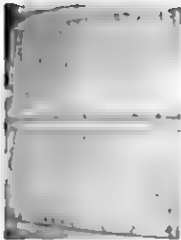


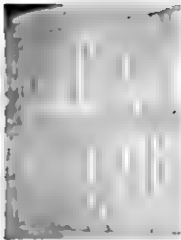






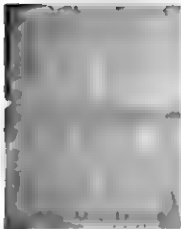


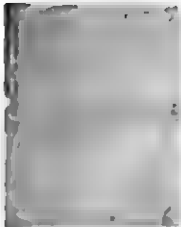


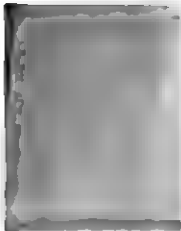


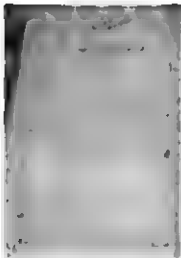


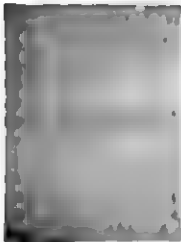


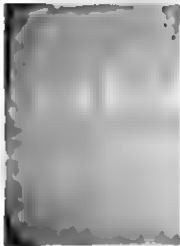




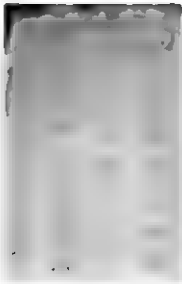


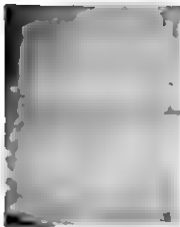


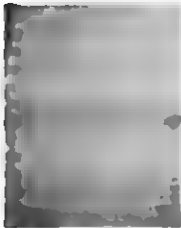










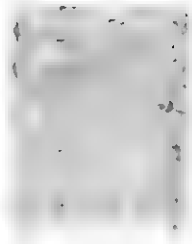


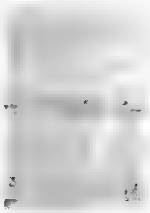








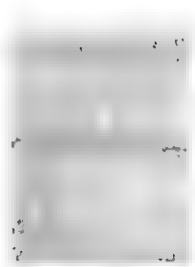






5

1



[illegible]

اگر سلطان محمود نے قصبہ کو نہ چھوڑا اور سلطان محمد علی اس طریقہ کے لئے سلطان محمود نے اس اقدام کے تحت ہر قریبی
کو آ کر مہینوں کے لئے سب ترسوں کا سر تسلط کو ادا کیا۔ یہ دیکھ کر سلطان محمد علی نے کہا کہ یہ سب ترسوں میں
نہ ہوا۔ اس کے بعد سلطان محمد علی نے جو زمینیں سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی تھیں وہ سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی گئیں۔
سلطان محمد علی نے جو زمینیں سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی تھیں وہ سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی گئیں۔ سلطان محمد علی نے جو زمینیں
سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی تھیں وہ سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی گئیں۔ سلطان محمد علی نے جو زمینیں سب ترسوں کے لئے
چھوڑ دی تھیں وہ سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی گئیں۔ سلطان محمد علی نے جو زمینیں سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی تھیں
وہ سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی گئیں۔ سلطان محمد علی نے جو زمینیں سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی تھیں وہ سب ترسوں کے لئے
چھوڑ دی گئیں۔ سلطان محمد علی نے جو زمینیں سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی تھیں وہ سب ترسوں کے لئے چھوڑ دی گئیں۔

(خطوط مسیره)

(تذکرہ احمدی کے مسماویں و مہاشی)

[illegible]

- ۸۔ ڈراما سے فراہم ۵۔ منٹو کے تحت ۶۔ انکوائری کے گیت اور لہجوں سے سادگی تربیت اور منٹو
۹۔ پادشاہ ۹۔ طریقہ تعلیم اور منٹو ۱۰۔ کتاب ۱۱۔ خوش غولی ۱۲۔ قلم
۱۳۔ انکا پروری ۱۴۔ کتاب جو درسیہ کی تعلیم

تجربہ کی ذیل میں ہے۔ میں نے جہاں بھی لکھی، پھر کراچی اور کراچی ہائے فنی اسٹوڈیو کے کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں
بہت کثرت نکلتے ہیں اور مصنف کی طرف سے کچھ ہے۔ تجویز میں لہجوں کی قدر میں کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ "چل کر
دور" کیلئے زبان ہی جلدی ماری زبان ہے، اس لیے اس کے طریقہ تعلیم و سب سے پہلے جہاں سے لکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ زبان
کے علم کی وہی اہمیت واضح کرتے ہوئے ہے۔ "میں"۔ جہاں سے ہے۔ زبان کی معلومات کا دائرہ پختہ وسیع ہوگا، انکا ہی اپنے طریقہ
کو دوسروں پر عام کرے۔ اور دوسروں کے سبب، انکھ میں آسانی ہوگی۔ دینی ملی پڑا۔ اس کی گئی دیگر مطالعہ کی زبانوں کا سب
ہی ہے۔ پھر آج کی اہمیت رکھتا ہے۔ زبان کی تعلیم (مادری زبان) پڑھتی ہوئی زبانوں میں۔ اور دوسرے اس ہے۔ ان کا
قدرت بھی یہ قدرت کی شراکت میں ہے۔ کتاب نے مصنف نے اہمیت دی ہے۔ وہ ان کتاب میں لونی کی ت کہیں ہے کہ
۱۴۔ پھر پڑھنے پڑھنے کے معنی میں ہے۔ وہ دور ہاتھوں نے لکھ ہے۔ سب نہیں مغربی زبان کے ساتھ ان کی دینی
ہیں۔۔۔ ان کا سفر جو کہ ان میں سے دیکھ آئیں، ہمارے ان کے ان کی وہ لکھتے ہیں۔ "لکھو"۔ ان کی تیار سے منٹو مغربی
نظریات کی تحقیق کتاب میں تھا ہے

کتاب نے مصنف کی تیار ہے۔ وہ ان کی تیار ہے۔ ان کا ایک طرف روف بھی ہے۔ لکھتا ہے اور اور ان طرف
اس میں قلم سے لے کر شعرو کہانی کی مختلف نگاہ میں ہیں۔ تمام جوں کے نگہ نگار سے ان کوئی مختلف کی تیار کرتے
ہوئے ان کے خاص اور ان کی خصوصیت کو لکھ کر پڑھتا ہے۔ اس کی خصوصیت کو لکھ کر پڑھتا ہے۔ اس کی خصوصیت کو لکھ کر پڑھتا ہے۔
۱۵۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۱۶۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۱۷۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۱۸۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۱۹۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۲۰۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۲۱۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۲۲۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۲۳۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۲۴۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۲۵۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۲۶۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۲۷۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۲۸۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۲۹۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔
۳۰۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔ ان کی سب سے بڑی بات ہے۔ "کتاب" کہانی کی نظر اور ان کی دینی ہے۔

فکر و فکر

تقریباً ۱۰۰ سالہ عرصے میں
۱۹۴۷ء میں پاکستان کی بنیاد پر
۱۹۴۷ء میں پاکستان کی بنیاد پر

کتاب میں نظم و انتظام ۱۵۵ صفحات شمار ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

- | | | |
|-----------------------------|------------------------|------------------------|
| ۱۔ زندہ مسیحا کی روای (نظم) | ۲۔ نیاں بھون | ۳۔ کچھ کام کی دھن |
| ۴۔ کچھ کام کی دھن (۲) | ۵۔ لوہے کا کراہا | ۶۔ قتل (نظم) |
| ۷۔ اپنا دل | ۸۔ کونیس (۱) | ۹۔ کونیس (۲) |
| ۱۰۔ سرسبز کی اونگھ | ۱۱۔ دھن کی سر (نظم) | ۱۲۔ چھاپا غزل |
| ۱۳۔ گھنٹہ | ۱۴۔ کچھ کام کی دھن (۳) | ۱۵۔ کچھ کام کی دھن (۴) |
| ۱۶۔ بڑے کوئی کہتا ہے (نظم) | ۱۷۔ غرضت چڑا | ۱۸۔ چھپتی چدرائیں |
| ۱۹۔ چھپے بول | ۲۰۔ چھپائی | ۲۱۔ آرزوی (نظم) |
| ۲۲۔ چنگی باتیں کہ چکڑا | ۲۳۔ چڑے کا کاروبار | ۲۴۔ چھپائی |

[illegible][illegible]

لڑاؤں اور لڑکیوں و عورتوں کے ایک ایک تصویر کی تصویر کی چھٹی تھی، اس کے ساتھ ساتھ اصل تصویر کی صورت
 نہیں تھی۔

بیکہ رچرڈ، ۱۸۷۳ء

انگریزوں کے ایک اسکول کے چھٹے حصے کے واسطے

ڈاکٹر مارٹن (۱۸۳۳ء)

(۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن، دیکر مارٹن کی تصویریں

ڈاکٹر مارٹن (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں
 تعلیم کے لیے اسکولوں کے لیے منظر کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں

۱. (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں

۲. (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں

۳. (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں

۴. (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں

۵. (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں

۶. (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں

۷. (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں (۱۸۳۳ء) دیکر مارٹن کی تصویریں

کتاب میں لکھا گیا ہے کہ 'مطہ' موجود ہیں مگر یہ 'مطہ' نہیں ہے۔ 'مطہ' ہے وہ جس میں 'مطہ' ہے۔
 میں جیسے کہ وہ چارویں تھی۔ اس کے لیے یہ کتاب تالیف ہوئی۔ اس کی پانچواں اور بیسواں تصویر تھی۔ اس کی پانچواں اور بیسواں تصویر تھی۔

میں جیسے کہ وہ چارویں تھی۔ اس کے لیے یہ کتاب تالیف ہوئی۔ اس کی پانچواں اور بیسواں تصویر تھی۔ اس کی پانچواں اور بیسواں تصویر تھی۔

اس کے لیے یہ کتاب تالیف ہوئی۔ اس کے لیے یہ کتاب تالیف ہوئی۔ اس کی پانچواں اور بیسواں تصویر تھی۔ اس کی پانچواں اور بیسواں تصویر تھی۔

اس کے لیے یہ کتاب تالیف ہوئی۔ اس کے لیے یہ کتاب تالیف ہوئی۔ اس کی پانچواں اور بیسواں تصویر تھی۔ اس کی پانچواں اور بیسواں تصویر تھی۔

اس کے لیے یہ کتاب تالیف ہوئی۔ اس کے لیے یہ کتاب تالیف ہوئی۔ اس کی پانچواں اور بیسواں تصویر تھی۔ اس کی پانچواں اور بیسواں تصویر تھی۔

ہوں اور وہ جاس رہے۔ ستہاری آئینہ بالوکی میں دندوستان اور دہلی کی خواہش سے جو روئے پر دہلی اور دہلی کی چٹائی دہلی میں اپنی آزادی کی ایک "وطن" کے مقابلے میں مخالفت کرنے پر اصرار کرتا ہے۔

فریڈن کی فوجی دلچسپی | دہلی شہر سے لے کر

مکتوب کا نام دیا گئی تھا اس کا نام ۱۹۳۱

۱۹۳۱ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

فریڈن کے ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۱۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۲۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۳۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۴۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۵۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۶۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۷۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۸۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۹۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۱۰۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۱۱۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۱۲۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۱۳۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۱۴۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۱۵۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۱۶۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۱۷۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

۱۸۔ دہلی شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر، ۱۹۳۱ شہر

قصیدت و نیک ہی روایت یعنی کہ تہجد کی روایت کا ترجمہ بنا کر پیش کر دیا ہے اور چاہتی ہیں کہ یہ دورے سے دست
گریز نہ رہے۔

گوئی نے کہا: اے میں معبود نہیں تو
 رہا ہے اے میں رہیں یا صدمے کی آغوش و
 بے امنی ہم ایک ہی عالم ہیں جس کو
 شہنشاہ سے اپنے دانا سے اس مجلس و
 سب دور اپنے اہل خاک میں نہیں ہیں
 ٹوٹے ہوئے گنبد ہیں یا اہل کی جڑوں میں

عالم کی چپ کی اور صورت کی مظلومیت کا خود ہے اور اسے سب جتنے پر فرائض نہیں ہیں یا کیا ہے اس کتاب میں اس
 کا کچھ حشر مثال اشیاء ہے۔

اے دنیا میں بیخود آدمی کی حرکت ترے ہے
 غم کی آغوش میں جس کی حرکت ترے ہے
 نیکی کی آغوش میں جس کی حرکت ترے ہے
 دین کی آغوش میں جس کی حرکت ترے ہے
 ہمارے زمانہ میں کے ہاتھ کو دلی ہوش میں
 آج تمہارے صبر پر دلی رحمت جوش میں

(۵) کفر و شرک محمود و چندی

استثنای پذیر (am)

علامہ اقبال اور پختونستان کی جدوجہد

جامعات میں السنۂ شرقیہ کی تدریس: تاریخ، مسائل اور امکانات

In the making and propagation of Urdu language and Literature, Oriental Languages especially Arabic, Persian, Sanskrit & Hindi have played a dynamic role. For effective teaching of Urdu language and literature it is an urgent need to be familiar with the literature and formation of these languages. Teaching and understanding of these languages at the university level is of immense importance for the magnifying influence of Urdu Language and literature. In this article a brief history of teaching of Oriental Languages has been traced in the Indo Pakistan and those problems have been pointed out that are hindrance in the way of effective teaching of these languages. Moreover an attempt has been made to cope with those problems and their practicable solutions have been presented in a lucid way.

ربان افسانہ کا بہترین صنف ہے۔ اس صنف سے دور بیٹے دوسرے کھینچے کی علامتیں سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ دور بھر جاننا، جس میں دور جو ہے، کی تشکیل اور محوِ ترقیل کے قریب ہے جس کی دستانہ میں آجاتے ہیں۔ پول فرائی کھدے ہیں۔ انسانی حالت سے لے کر اس کے میں شامل ہو چکی ہے۔ کائنات کی تشکیل اور ہر صنفِ ربان کی منت۔ ہر ہے۔ کوئی بھی کائنات، جاننا اور دور میں سے ایسا ہے۔ بغیر کسی نہیں دور نکلتا۔ تہہ بہ تہہ اور اتوں سے کائنات میں بھی روح کی نشیبت وہاں کوئی حاصل ہے۔ کیس کے دل میں۔ ایک ریکی ہے۔ دور میں بھری چار کھینچی۔ اس کی سے کھینچ اور ہر رنگ تجزیات، صحت سے اور طے لاتی ہیں کیس کے دینے سے عام اور کمرہ سمجھ تہہ بہ تہہ اور اتوں کی ثروت میں اضافی کرتے ہیں۔ روح کی نشیبت آفہ دور ہے۔ ایک قدامت کی ہے۔ اس صنفِ ثقافت کی اس کا دل دور میں شامل ہو کر ان کی روحانی و فنیہ دور رہتا ہے اس صنف میں رہنے سے تہہ بہ تہہ تعلیمات اور حکمرانوں کیس کے تہہ میں مختلف رنگوں اور اجسام اور رنگ میں شامل ہو کر اس کے اندر اور طے دور تہہ بہ تہہ آگیا کرتا ہے۔ وہاں دور بعد کے تغیرات سے دور دور ہو جاتی ہے۔ ہر ہے۔ اسے اور دور دور دور دور صنفِ صنف قریب ہے جس دور سے دور دور اور تہہ بہ تہہ جاننا کی صنف میں رہا کی ہے۔ ایک ریکی کی طاقت دور دور چھو کر دیتے ہیں۔

۱۔ زبانیں ایک دوسرے سے الگ-مستقلہ کر کے ایک دوسرے کے لیے تقویت کا موقع بنتی ہیں۔ زبانوں کے اس

[illegible][illegible][illegible]

ہندوستان میں انگریزوں کے آنے سے پہلے، اٹالیوں کو دینی اسکالرز میں صرف عربی اور فارسی کی تعلیم دینی تھی۔ فارسی ہندوستان میں

(۱۳) یہاں کچھ چور سے اکتاہڑے ہیں چور انوں تک رسائی سے راستے کسی بھی طرح انوار دکھایا جاتا ہے۔

موجودہ پاکستان کا بیشتر حصہ پنجاب اور پنجاب کا اکثریتی حصہ دینی معاشرت کا شیر سے اس نے اگر دور کا ایک بھی ایسے انسان نکلا کہ وہ یہ جانے نہ لے گا کہ کیا معاشرے میں پاکستانیوں نے خود کو ایسا اور پیٹنے کی ایک خواہش نہیں کہ انہیں "دین" اور "دین" کے نام پر ان کے لئے جو کچھ ہے وہ تو بلاشبہ وہ مہم کا ہی ہوتا ہے۔

[illegible][illegible][illegible]

”ہن“ کا نامی صاحب کا کیا افسانہ ہے جہاں ایک نوجوان سوچی نہ جا رہا کہ اس کے لئے ہے وہ ۱۱ جون کو کرنا ہے جس کی اور ان کی کسی شادی ملے کوئی ہے نہ سسرال، خواہ وہ صاحب ہے نہ شہر بھی۔ جی چاہتی ہے کہ وہ ایک عہد سوت بنے والا عہد چاہے کہ جسے کہہ کر تیرے کہ اسے سہل پہل۔ دے۔ اور اور اس کی بھی اس شادی کے ساتھ ہے جسے نہ بھی اس

نیک نہ ہونے کا جواب بھی جیسے جو سن چلی مایہ کا مکان ہے جو اپنی فخر اور بچے طے کی کیل اپنی درمیان حق تصور کرتے " کیا تم نے وہ ان لوگوں سے یہی ملک کیا جانے تو سہارے رہتے ہیں۔ "

یہ وہی ایک ہے جو اس معاشرے کے ایک تانہ کی کا بعد کسی بارہ بہت سے پڑھے لکھے دانشوروں کے یہاں بھی موجود ہے جو اس ملک میں غمگینہ (کون سے ایسے شعری کاوش سے یہ غمگینہ تھا) اور اپنے حقوق سے ناواقف عوام و بیکاری اللہ اور اللہ کی آزادی دینے کی بجائے حالت کے بل بوتے پر نکل دینے کا عمل رہتا ہے۔

مالی صاحب نے اس افسانے کی کہیں پڑھ کر کہوں میں حقیقی برائی کا یہ احساس اس حد تک غالب اٹھ چکا ہے کہ وہ اپنے بچے طے سے انہر دوں کا پورا مایہ بھی اپنی توجہ خالی کرتا ہے۔ کچھ صاحب کے کہنے سے میں خدا تعالیٰ کا ذکر کر سکتا ہوں۔ لیکن میں اب اس کے نیک انسانہ کا حکم یک دستور اس حالت کرتے ہوئے اور اس سے جو غمگینہ خالی نہیں بنا چکا تھا اس کا بھی کوئی شعور ہے جو اس سے بڑے ملک کے مصیبتوں میں والے بچے کو کیسے یہ خبر دے سکتا ہے۔

"میں سمجھتا ہوں کہ بچے بڑے بچے کے لیے ایک میں کڑا ہے۔۔۔ اور خدا تعالیٰ میں سے یہ بھی سہا ہے کہ یہ چاروں ملک بچے سے چاروں میں بچوں کے بچے سے نکلے ہوئے بچے میں پر ترے۔"

اس نے اس کے تمام میں حکم کے جسے پر بھی اس کے چاکیر اور دوست کی شکایت اپنی جگہ سن کر ہے

"حکایت میں نے اب جاری دینے تو اور خبروں کی ہی ہے مگر خدا تعالیٰ میں اور میری طرف میں دیکھتا ہوں
جیسے میں بیکر اور میری دل آزادی میں گنا چلتا۔"

حکایت اور ایک ہی صبح اس کا خواب کافی صاحب کے افسانے "جب دل ٹوٹے" میں بھی دیکھا ج سکتا ہے جو درمیان اعتبار سے تو یہ اس کے نیک کی بدنامی پہلی ہے جہاں مصنفہ چاکیر اور تاج میں حرارت و ایک انگارہ کی موت دیکھتا ہے۔ ایک یہ انگارہ اور اس نظام کو جب داکٹر کے اور اس کے گورنری تاج میں اور مصیبت سے نکل کر دوبارہ اسے اور حوصلہ دینے کا حق ہے۔ یہ چاکیر صاحب نے اس ترقی پسند اور تاج میں چاکیر کی جگہ ہے تاہم یہ کیسے بدنامی اور کوثر و ادب کو روکے جو اس کی گرامی اور نیک کی خبر دیتا ہے۔

قیاس پستان سے لے کر ایک پڑھنے والی سے چند فارم سے سن چلنے سے میں نے اس کے اس اثرات کہنے اور ہر تاج میں سے بدنامی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کی نظریاتی سرحدوں سے جو دیکھتا ہے وہ اب بچے کا جگہ حقیقت ہے جسے اس نظریاتی تاج میں میں جگہ ہے۔ یہ چاکیر میں جیسے اس چاکیر کی جگہ میں چاکیر کی جگہ ہے جو صرف اس کی کردار اور اس کی قوی دیکھتا ہوگی۔" اس کی کردار میں

"صاحب اب سے چاکیر اور تاج میں ترقی۔ صاحب کی ماں کا۔۔۔ صاحب چاکیر میں سے آدھا۔ اب یہ صاحب کو یہاں نہیں چھوڑے گا۔ اب یہ چاکیر میں سے آدھا۔ اب یہ صاحب کی جگہ ملک اور چاکیر اور میں کا حکم چلتا ہے۔"

[illegible]

تجسّسِ عظیم سرحد کو کہستان کی بجائے اندر آج اپنے پاؤں سے چھاننے جیسے ہے، اور وہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ
 قتل و جانی ہے کہ آج سے ہر مذہب کا رشتہ بن جائے گا۔

یہ تہذیبی تحریک ہر مذہب کا صاحب یا گروہ کی طرف سے نکلا ہے جس کو کہتے ہیں، وہ اس سے علیحدہ ہو گئے ہیں جسے کثرت کریمینک
 بنائیں۔ کہستان بن جائے کہ اس کے لیے

[illegible]

”پھر ہر چیخ و رنج، ہر غم و ہوا کے لیے سے ایک نیا نیا گلاب نکلتا۔ یہ میری نیا زندگی کا۔“

جس کے بعد وہی رات کو وہی چرخ کی طرف نکل کر ۲۰۰۰ آج کے برسوں سے اس قدر ترس و ساس نے اس گھر میں۔ مثلاً وہ وہی گلابی قد، وہی حق بدی سے۔ لعل، ۱۲ سالہ دل و چاشنی پہنائی تھی اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ اس کی طرف سے لعل پر اس کی حق سے۔

اور وہی کالی کے بعد حرکت سر پہنے تھی ایسے انسان نظر میں آتے تھے بنی جاہلوں کے عوام کی مختلف چیزیں۔ سے حق

ایسے بچوں کا ذکر اب تو کر

”اگل خون کے دہنے چلا۔ خون بہاؤ نے سیدتان کر سٹل کی۔ اگل گلوں سے میرے دادا نے ۱۸۵۷ء سے خورش
۳۵۵ سے زائد باغیوں کو ہلاک کیا تھا۔“

اور پھر دلائی لاما کو یٹین پتہ کرنے کے لئے کہہ دیا:

”آپ اندیشہ نہیں سے تھیں کہ رتی حکومت سے اپنی دلاوری کے بعد سے۔ تھو ساتھ یو یٹین ۱۵۱ کی کہ دلی اس
کی لاش سے گزرتی تھیں میں دلائی ہو سکتے تھے۔“

۱۵۱ اب سے دینی لمان اور چاگیر دار نظام کی مکی کے نالے سے ایک اور اہم امتداد لارام و تھیں تھی کی مکی ہیں۔ وہ
نور و ریاست میں پیدا ہوئے سوآن کی کینٹون میں دینی معاشرت کا ۱۰۰ شہرہ لمانی و تھے۔ ان سے یہاں کاؤں کا ایک مشن
تھو سوچا۔ یہ اور ان کی پیش کش میں دو جانات کیوری کا خصوصی پائل رکھتے ہیں جس میں بد دعوت ہے کہ دعوت کا جس
بھی ہوتا ہے۔ چھوڑ کر اگل اے۔ لی۔ اشرف

اصل غوی سے یہاں ایک رابطہ علاقہ ہے اشرف آہیں کو وہ آہیت کی سراج لکھتے ہیں کی طبع کا
اسان جو تھی اس سے محبت کرتے ہیں۔“

یہ بات دینی ملک محنت ہے کہ اسکا لگا راسلی جیس کہ بہتر حقیقت پکڑ کے کابل میں داخل کر قانون تک پہنچے ہے
۱۵۱ سے ایک علاقہ لکھ کا پتہ پتہ پتہ کرتے ہیں۔ تھو و شری اور فوجی کے تمام میں اس کا ایک شیر چاہ ۱۰۰ بصورت
حکومت سے اپنا تہہ و ذکر کرتا ہے۔ کی ایک و قی کی دلائی کے ۱۰۰ محبت کرتے ہیں۔ تھو تو کی یہاں صورت حال خود تھو سے
نور و اس کے ساتھ جو سے کی اگلی دینی ہے۔ داس اور مدجے کے ساتھ ہیں

”تمام انھیں غوی کے افسانوں میں اپنے شکر دار۔ آتے ہیں جس شری فوجی کل پہ عیب ۱۰۰ سے کی ہیں
لوکش کرتی ہیں اور انھی وقت جب کہ کی صاف کرد۔ عوام کو کہ ۱۰۰ پیدا ہو جاتا ہے تو ایک طائر کی جہ۔
افسان کے ۱۰۰ سے انھیں تہہ و ذکر کرتے ہیں۔ تھو ۱۰۰ ہے۔“

تمام انھیں غوی کے افسانوں میں جو گیارہ سے گروہی غلبہ سوری کی کھلی جانتی ہیں ب میں کل باؤ، شیر سردہ
۱۵۱ واپس سوری سے، باقی جانیں اور چوچر اور تھو ۱۰۰ اور ۱۰۰ سے یہاں واپس واپس رہنے کے داکہ چاگیر دار کے
گروہ کی جہتے و خود چھوٹے و پتہ لکھوں کے گروہ لکھوں چلا۔

شیر سردار کی ایک لکھ و افسانہ ہے جس کا سرور کا سردار ۱۵۱ واپس کا زبیرا۔ ہے۔ شیر سے گروہ میں
۱۵۱ چالی چاگیر دار کی دینی رجعت کھلی تھیں۔ دینی۔ یہاں تک کہ شیر نے کی جونی کا جرنل و صنعت نے کھلی ہے وہاں مکی دو ایک
پر طبعان اور سراج دار لمانی و تھے ۱۰۰ شاس خوب سورتی اور بدایت سے ۱۰۰ بد دعوت نہیں سے

۱۵۱ شیر سے پہلی میں رہے کلے لکھے کا گھیر دتھ۔ اب مکی آسنا چانی میں دھکیں تھ۔ در آگھوں میں پتہ نہ
گروہ سے تھو ماننے کار کا افسانہ مکی پتہ تھ اس لئے افسانہ گروہ چانی۔ سر ۱۵۱ کا لکھ کا چلا ۱۰۰

مشہور ہیں۔ سچے نگریں کو ان انٹھوں میں جان کرے ہیں۔

”میرے ذرا اہیت کی بجلی کی کوئی ہے ڈروں کا آفاق رقی ہے۔ مجھے اچھے غصہ و غصہ و غصہ و غصہ اور ہے
قرے و آوں کی لڑکیوں کا غلط نہیں تھا۔ جی، مگرے پائے مسوک اٹال اور ہے تو قر کوک ہی میرے اندر
صبر کرتے رہے۔“

جہات کی فوٹو شہنشاہی میں ہے۔ یہاں رواجی ہے میرا۔ جہ سے وہاں چلتے چلتے نہایت ٹھون سے راز و شب کا
جاس نظر آتا ہے جو دھواں اس جگہ کی لگائی ہوئی ہے۔ جہاں اسلم راج الدینا

”جاگیر اور یہ ایک لکھت دینی ہی سے ایک رویہ بھی اور ہائزیت بھی۔ جو کیرا ریت دھواں سے ٹھون کا حال
عسوں میں صحر ہے۔“

سے کئی ان فوٹو شہنشاہی میں ہے میرا۔ جہ سے وہاں چلتے چلتے نہایت ٹھون سے راز و شب کا
جاس نظر آتا ہے جو دھواں اس جگہ کی لگائی ہوئی ہے۔ جہاں اسلم راج الدینا
”جاگیر اور یہ ایک لکھت دینی ہی سے ایک رویہ بھی اور ہائزیت بھی۔ جو کیرا ریت دھواں سے ٹھون کا حال
عسوں میں صحر ہے۔“

”میرے ذرا اہیت کی بجلی کی کوئی ہے ڈروں کا آفاق رقی ہے۔ مجھے اچھے غصہ و غصہ و غصہ و غصہ اور ہے
قرے و آوں کی لڑکیوں کا غلط نہیں تھا۔ جی، مگرے پائے مسوک اٹال اور ہے تو قر کوک ہی میرے اندر
صبر کرتے رہے۔“

جہات کی فوٹو شہنشاہی میں ہے۔ یہاں رواجی ہے میرا۔ جہ سے وہاں چلتے چلتے نہایت ٹھون سے راز و شب کا
جاس نظر آتا ہے جو دھواں اس جگہ کی لگائی ہوئی ہے۔ جہاں اسلم راج الدینا
”جاگیر اور یہ ایک لکھت دینی ہی سے ایک رویہ بھی اور ہائزیت بھی۔ جو کیرا ریت دھواں سے ٹھون کا حال
عسوں میں صحر ہے۔“

”میرے ذرا اہیت کی بجلی کی کوئی ہے ڈروں کا آفاق رقی ہے۔ مجھے اچھے غصہ و غصہ و غصہ و غصہ اور ہے
قرے و آوں کی لڑکیوں کا غلط نہیں تھا۔ جی، مگرے پائے مسوک اٹال اور ہے تو قر کوک ہی میرے اندر
صبر کرتے رہے۔“

جہات کی فوٹو شہنشاہی میں ہے۔ یہاں رواجی ہے میرا۔ جہ سے وہاں چلتے چلتے نہایت ٹھون سے راز و شب کا
جاس نظر آتا ہے جو دھواں اس جگہ کی لگائی ہوئی ہے۔ جہاں اسلم راج الدینا
”جاگیر اور یہ ایک لکھت دینی ہی سے ایک رویہ بھی اور ہائزیت بھی۔ جو کیرا ریت دھواں سے ٹھون کا حال
عسوں میں صحر ہے۔“

”میرے ذرا اہیت کی بجلی کی کوئی ہے ڈروں کا آفاق رقی ہے۔ مجھے اچھے غصہ و غصہ و غصہ و غصہ اور ہے
قرے و آوں کی لڑکیوں کا غلط نہیں تھا۔ جی، مگرے پائے مسوک اٹال اور ہے تو قر کوک ہی میرے اندر
صبر کرتے رہے۔“

کئی قبروں میں مٹا ہے۔ انسانے میں نکلے جیتے کے قبروں سے گوردھار گیا چکا دینے والا اور ایک ہے جس کی قوتی حاصل کرنے کی ساری کا اعتبار ہے جو پڑھنے والے دے گا۔ جی ہے۔ وہ اپنے ہاں پوپ کی قبریں گوردھار کی بنا دیا ہے پھر کی نفس پنے اور ہم اور بی دوش کی بی را قبروں میں ڈال دیتا ہے اور آپ پوسٹ کر مفسس سوچا ہے کہ اسی کے ہاں پوپ کی قبروں پر بھی ہر مسرے کے قور خونی ہوگی اور اگر پٹیاں لاد دیے جائے گا گھبراہٹ

”گور دھار“۔ غور نہ کر جائیگا۔ کس نہ کر، دیکھتا ہے اور دیکھ لے تو کون بچائی سکا ہے۔ اسیہ ہر اترتے سب کی مگوہوں اور چوں ایک جیسی ہوتی ہیں۔“

گور دھار کی سزا موت اور عزت کی حمد ہے۔ یہ غور کش کا اظہار ہے جو عام آدمی میں اس جلتی کلام کے خلاف موجود ہے۔ غور نہ کر، کچھ سوچیں، ماس ”ایک معافی کہتی ہے جس میں جی سے لوگوں پر سوا گت کر دی گئی ہے۔ اب انہیں پتا نہیں سترہ کر دیئے۔“ تاہم چار رہا ہے۔ لیکن یہ سترہ سب روایت حالات اور کی ملکیت ہیں جو جاگیر دار فرق ہے۔ چھوڑا جب مردانہ کچھ شہرت ہے۔ اُن لوگوں کے لئے جو جاتی دہریہ ہیں اور دھار کا دھار کرنا اور الی کا کر رہیں۔ بیٹن کی جلی و تکر۔“

انسان کی زندگی کا چکر دہریہ کر دے اس تصور کو پے قور تک منتقل کر دیا ہے۔ ہر وقت سے ملے ہوئے ہے جلی عزت کا شوال ہے۔ اس کے کا عظم اپنی چنگی نفس اور پشور بادی دھار کی کر کے لئے دیا ہے جو جاگیر دار سے اس تصور سے سمجھتے ہیں ماسی کس۔

”کلیب داس ہے۔ ایک نفس سروس کے ماسٹر ڈیٹا پوسٹ کس کرنا کھلی اور لے کر کھنڈوں میں اس سے داس کی ضرورت سے جو دھارشی کھی ہوئی ہے۔ مگر اسے معلوم ہیں چاہے وہ کھی اور دس رہتا ہے۔“

”جی جاتی ہوں یہ فوک دیہات کو برہنہ دیکھ چاہتے ہیں۔ کون نہیں جانتے رہا جس میں ہے۔ جی۔ جی۔ ایک کے سر پر علم و آگہی کی کوئی بھیجی ہے جس سے اُن کے اسلی چرے پہ قلاب ہوتے ہیں۔“

مردہ والا اقلیت ماسی منتظم کی بڑی بی۔ جان سے ماسی ہے وہ اور اسلے مصنف نے شعور کو ساحل کی یہ منک ہے۔

”وہد ہے۔ پیچھے آ گیا ایک ہر اترتے سے جس میں جاگیر دار نے اس تصور کو پیش کیا گیا ہے جہاں وہ رعایت سے نگل کر ہر شہر کی جاتی ایک دھار ہے جس کی اس کے یہاں چلے جیتے سے لڑتا اور۔“ جاگیر دار کا تصور یہاں بھی مصنف نے درج کیا ہے۔

بارہا ملے ہوئے ہیں۔ اُن سے جو ایک اس کی ظاہر کے سترہ درانی اور جس کے ڈاکا ہے۔ دل دیہات اور خصوصاً وہاں کے نہتا چھوٹے زمینداروں کے یہاں۔ زمینداروں کی جائیداد سے ماسٹر دھار سے بات لگی قابل غور ہے کہ اس کا کوئی نتیجہ نہ ملتا ہے۔ ماسی کی سرکاری مصنف پر موجود ہے۔ یہ انسان چھوٹی خور پر دوش چار جاگیر دارانہ حالت کی پہلی ہے جس میں بڑی جاگیردار اور ہر ہاں دیہات اور اسے جاگیرداروں کی جیسے شعور دھار دے سے زمیندار ہیں کر دتی تھاکہ اور رہے تو

کی بھی پٹ لگے۔ ”میرا بھی پٹا۔“ ملا ہے کہ رسالہ ۱۹۹۰ء

مندرچہ، اہل اقتدار سے مل کر آئے۔ دوسرے دنوں میں مگر چھوڑا۔ خوف اور وحشت سے جس دنیا کو رہے ہیں۔
 ”اتفاق ۱۹۹۰ء قبل کا ہیں۔ صاف بڑی سلیج میں آتشیں سے پھنسا ہوا۔ بعد کے دن ملاحہ اپنی عقلی صورت میں سرے
 آ رہے تھے۔ ہم بھلا کچھ بہت سے مہینے پہلے ان حملوں کی نشان دہی کرتے تھے جہاں حق مارے دیے۔ کاجا کس۔ اور نہ ہی جاگیر
 اور دل کی خط سے مشروط ہو چکا ہے۔“

”بھانجے اکاؤنٹ کا بھی بدلہ کیا ہے۔ ٹوٹ پے لائن اور نور ہو چکے ہیں۔ ہر گاہ میں ہر اپنی کوئی نکل
 رہے ہیں۔ جو قبیلہ نے کوئی نہیں دیا۔ کئے ہیں۔ کی کہیں سے لے کر پھر کر کرکٹ ۱۹۹۰ء میں سے ہیں۔
 اب تو ۱۹۹۰ء کی دہائی کے ہم سے توقع رہتے ہیں کہ ہم خود چاکر ان سے اوست و تکیں۔“

تھکاس میں سن جاگیر، امانت کی عہد شکنی لینی ہے۔ جو قبیلہ کو اپنے لئے ایک بڑا حریف بن کر رہی اور ریت
 سے بڑی کامیاب رہی ہے۔ پھر چلے گئے۔ ان کے لئے یہ حکمت امتحان ہے۔ اور اسی کی وجہ سے کامیاب رہا۔ یہ
 جس سے خود اس کا نظریہ ہی سمجھ کر چکا ہے۔

”ہمارے پھلوں سے کھانے کے پتھر ہوں گے۔“ خود ہی۔ دہشت کی کھینچ دے اب سے۔ یہ بھی نہیں
 دالے جائیں گے۔ کیوں کہ دہشت آئے۔ ہم سے حکیم ہوں گے۔ قاتل میں کل بچیں۔ اوست کیوں ہے۔
 بڑے دہشت میں تیرے آپ کی طرف سے ہیں۔ ہر پارہ ادا کی طرف سے۔ ہر چھوٹے جانوں میں تیرے داری طرف اور
 وہ آپ کی طرف۔ اپنے حریفوں اور چھوٹے جانوں سے دہشت پنے ہیں۔ انہیں تو رے کی کاشٹ لڑائی کا مار
 بھی چائے گا۔ ۱۹۹۰ء

”اس آج آتا۔ قاتل۔“ کی مٹا۔ اور مجھ کو دے دے کی کہانی ہے۔ اسی پر دہشت کے میں چلے بیٹے۔ اوست سے بے وقار
 فرد کی ایک صفات اور جو میں جو اس کی اوست کو ایک طبقے کا مفہم بنا دیتی ہیں۔

”ہم ان کا بے وقعت اور حریف کہہ سکتے ہیں۔ اور حکمت اور خود اس سے شرمی جاتی ہیں۔ گویا اس کی ذات نگاہ کے آگے
 ۱۹۹۰ء خود ہی اور حرکت جاتی۔ ذلیل تیرا۔ دلی کو چلا کر بے انتہا۔ پھر نہیں ایسے انسان طرہ ایسے کے لوگوں کو گناہ کار
 بیٹا کا بیچ بیچ کر دے۔ ہم نے سے نہیں دیکھ کر خود کو دے جانوں میں گلی ہو۔ کئے اور دہشت کی گائیڈ کا حریف
 کرتے ہیں۔ ۱۹۹۰ء

”ہم نے میں بھڑا۔ نے خود ہی ایک محفل دیکھیں۔“

”۱۹۹۰ء کی دہائی کے کی جب بھلا۔ میں نہیں۔“ ہر گاہ میں سے تصحیح لے کر دہشت سے۔ ”فٹ ۱۹۹۰ء میں کر
 پٹا۔ پھر پے۔ ہر سے ملکی کر۔ میں نہیں۔“ کئے اور خود ہی دھاری دے، پکائی ہوں قتل و قتل و قتل
 پکائی کی۔ پھر ہی نے ہر گاہ کر دھاری ہر گاہ پکائی نہیں پھر ہی ہر گاہ میں سے لکھنے کی بات پر ہر

صرف کر رہا ہو۔ میں نے مرد مرگ سے خون کے قطرے اکٹرا کر کچھ مرد مرگ کے شہاب ارض کو آدھرا کر دیے۔^{۲۲}
 جو گیارہ برس کرنا کا ایک اور حضور طرہ و اقبال کے افسانے "سزات" میں دیکھا جا سکتا ہے جہاں پندرہویں صرت کا معیار انسانی
 برتری میں پاییدہ نکلتا ہے۔ اساتے میں جو گیارہ برس سائے کی نام سادرات سے معیار کو سوسٹا بنا کر گئے ہے جہاں پندرہویں
 ہے۔ "وہ کون کون ہے" کے بیٹے میں یہ صریح نشانی کرتے ہیں۔ یہ خواہش بھی رکھتے تھے کہ وہ انسانی طور پر ایک نیا پرکار، اور برتر مرد کا
 کردار ادا کرے۔ اسی کے نزدیک مرد ہونے کا برتر ہونے کا معیار انسانی برتری میں پاییدہ ہے۔

"خبریں لی لی! مرد انسانی صورت سے گھٹا ہوا ہے! اور جہول کا سال کا آخر وہ انجی میں سے بھی بڑا ہو گیا۔ جس
 انجی گردن اٹھ کے بچے کو دیکھتی ہے اتنا ہی لڑتی ہے۔ ایک - تو سچے سچا ہوا انجی نہی سے بھی چھوٹا ہو گیا ہے۔
 یہ غیرت مجھے اپنا نقد ہی نہیں منظور ہوتا۔ کسی کھسکے کا نہ ہے تو۔"^{۲۳}

"بہت ہے تو" مابق مرآت میں کہ تحریر انجی سے ٹھانی ہو گئی۔ ٹھانی ٹھانی مرد کے بچے کی کشش ہوتی ہے تو کیا
 کھسروں کی ہوتی ہے؟^{۲۴}

"دودھ تو دلی کا لڑکا پانی ہو جاتا ہے یہ ہے تو! انکا دودھ دیکھیں تو۔" سے ہو تو آٹھ سال کا لڑکا بھی ایک
 گھٹے میں جوان ہو جائے۔"^{۲۵}

اساتے میں جو گیارہ برس و ہیبت کی نئی تعلیمیں، جسکی جانتی ہیں یہاں بھی ایک غیر مرد کی وجہ سے اصل و مت علم کی نہیں
 ہو سکتی ہے۔

"ہوئے تو مرد و لڑکا ہی بنے ہو تو میں ہمارا کھٹک نہت ہے، ان کہوں میں شو و شوخ تا لی ہے۔ انکا مرے کا
 ایک اور ہنسنہ۔ ورنہ پتا صرف ایک کھنک ہا پان۔ مرے بھی سنے سے۔ قتل نہ یہ کہیں پھیلتا کیوں نہیں۔"^{۲۶}

یہ دودھ تو جو گیارہ برس ہے۔ حضور کا معیار علم کی بجائے قس و کجاست سے اور "ا" سے سوسٹا سے ہے جو طرح کے عارفی
 مانی خاصاں کو والدہ طاق سے بھی گریں ہیں نہتہ۔ بھوکھی طور پر کم کمرہ سے جی کہ طرہ و اقبال کے یہاں دینی و علمی و عبادت کے
 "ا" والے پر جو گیارہ برس انجی کی عمر و عبادت کی نئی سے جواب دہ تھے جو گیارہ برس کے ایک نہیں لیکن "ا" سے ہاں لڑکا اور "ا" کی سے
 مرے دریا حافت ہوا دین سے لڑے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر سلیم اختر کا افسانہ "گنڈا خون" اسی جاگیر پر "انجی کی عمر و عبادت" کے گرد ہے۔ اس سے پہلے "موسوں اور جی" سے اشارہ
 سے گرچہ انجی سے جب سے اساتے "اور اس" سے "موسوں" سے "موسوں" سے لکھا ہے لیکن اس دور قیام پر جو گیارہ برس "انجی کی
 علم کی کا بیان ہے جو گیارہ برس ایک مقصد ہوا، طقت اور کراہنے طور پر اس سے اختلاف کرنا چاہیے۔

بہتر خان کے دیکھا اور جو سے خان صاحب کا یہ قول ہے کہ وہ اسی کردار کے نقشے کا بیان ہے۔

"ا" کے عارف میں بھی وہی خلافت چرائی جا گیارہ برس کے عارف میں پلے جاتا ہے جو ایک پیکر سے لڑے، کہ عارف اپنے
 حروف کے پیکر سے جو گیارہ برس اور "انجی" اپنی اپنی نہیں پڑا اور قیام اور انجی کے لکھی، اپنے آدمی کا، مدد پر انجی
 سے خون کی ہر طرح کی آمیزش سے لکھوا دیکھا تھا۔"^{۲۷}

اصول کی یہ بات اور اصول پسندی کا یہ دھڑکی اپنے اندر وہ ڈاکٹر اختر نے کہتے ہے جو اس کردار کی ذہنیات کے حوالے سے

”دروغ کے لوگ دوسرے لوگوں کو اپنے سے نچلا دیکھنا چاہتے ہیں۔ سبکی بات اگر ہم میں بھی وجود ہے تو محض اسی لئے نہیں۔ ہم دیکھنا اپنی کسی خاص آزمائش کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تو اسے اقبال نے آتے ہیں۔ غارے خاص آدمی اس کے بھال پھونک کر اسے ڈانٹنا شیعہ کو قہقہہ کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔ اس کی منہ مار کر اسے۔ منہ دہائی دیتی ہے۔ ہم سے لڑاؤ کرتی ہے، دھماکا کی کھڑکی میں سے چند نکلے قہرات سے طور پر سے وہیں سے کر اس کی ”خود ساخت ہتھوں پہ ادا کی کر دیتے ہیں۔ غارے آدمی کوئی نہ بہ اہل اس جاتی ہے۔ اور ارحمہ رحمت ہمارے کھٹے جوئے میں۔ حالانکہ میں ہماری دوا اور ہمت کی دھواں چلے جاتی ہے۔“

انگریزوں کی قہقہہ کا گہرا درد نے اسے اساتذہ گاروں میں ہوتا ہے جو بھی اقبال سے پہلے پڑھ کر پہلی کار نہیں کھالے چکے۔ درخت نے اپنے سے وہیہ پہلی اور رسی بہا بہا ہے، مضرب کھٹے اے۔ سر قہقہہ کے دیکھی تاج پر ہم کھسکی کھاناں کھیں ہیں اس کا ایک اہم۔ نا نگیں بالوں تنہا جینی، انہماک کی کہانی ہے، اس میں بھی چھٹی تو شاہ اس کی نہیں کھسکی ایک علاقہ اساتذہ سے پس اس کی بھی کر پڑھ کر دہائی دیتی معاشرے کی انہماکیں سرور ہمیں چھٹی ہیں۔

یہ چھ گیارہ کا ادبی مجموعی تاریخ ہے جو اردو اساتذہ میں دیکھنا سکتا ہے۔ اس میں سے علامہ بھی انہماک میں چھ گیارہ سے یہ ”ادب وجود ہیں جس میں شاعرانہ کے اساتذہ میں نے دلی (کاظمی) نے، جسے دہلیوں کا قہقہہ انہماک، علامہ آجین بھٹو کے انہماک کے ”میرنگھو کا پڑھ کر“ (پڑھ کر) اور مسعود احمد کے انہماک کے ”میرنگھو کا پڑھ کر“ میں ہیں انہماک مجموعی طور پر چھ گیارہ کا مجموعہ وقت اور گھر کے ساتھ شروع ہے جو اردو اساتذہ میں چھ گیارہ لکھنا آتا ہے

علامہ جات

- ۱۔ محمد رفیق، ”مقرب کے تہذیب و تمدن“، شریعت، لاہور، ۱۹۶۶ء میں ۳۳
- ۲۔ شمس الدین قاسمی، ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۳۔ محمد رفیق، ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۴۔ شمس الدین قاسمی، ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۵۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۶۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۷۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۸۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۹۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۱۰۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۱۱۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۱۲۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۱۳۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۱۴۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۱۵۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۱۶۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۱۷۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۱۸۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۱۹۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳
- ۲۰۔ ”ادب کی عظمت میں“، کتبہ بزمی، لاہور، ۱۹۹۲ء میں ۳۳

- ۶۱۔ ایضاً ۱۳۳۶ھ - ۲۰۔ ایضاً ۱۳۳۳ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۳۲ھ - ۲۲۔ ایضاً ۱۳۳۱ھ
- ۶۲۔ ایضاً ۱۳۳۱ھ کا کیہ "نور و دل" نور محمد علی مظہر مجتہد زماں ۱۳۳۱ھ میں ۵۲
- ۶۳۔ ایضاً ۱۳۵۵ - ۲۵۔ ایضاً ۱۳۵۶
- ۶۴۔ ایضاً ۱۳۳۱ھ کا کیہ "نور و دل" نور محمد علی مظہر مجتہد زماں ۱۳۳۱ھ میں ۱۳۴
- ۶۵۔ ایضاً ۱۳۳۱ھ
- ۶۶۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۶۷۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۶۸۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۶۹۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۷۰۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۷۱۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۷۲۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۷۳۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۷۴۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۷۵۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۷۶۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۷۷۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۷۸۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۷۹۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۸۰۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۸۱۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۸۲۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۸۳۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۸۴۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۸۵۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۸۶۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۸۷۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۸۸۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۸۹۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۹۰۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۹۱۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۹۲۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۹۳۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۹۴۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۹۵۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۹۶۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۹۷۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۹۸۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۹۹۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ
- ۱۰۰۔ ایضاً ۱۳۱۵ھ - ۱۱۔ ایضاً ۱۳۱۶ھ

تو چند سالوں میں جب ملازم معاشرے کو اپنی جگہ اپنا ایک کی جگہ نہیں ملتی تھی تو اس میں عکاسی کیا کہ موجودہ دور

ملازمین کے لیے حکومت کے واسطے سے اس کی ضرورت محسوس کی ہے۔ سیاست دانوں نے سچی رو میں غور و نظر کیا اور
انتظار سے کام لیا کہ اس میں ہر فرد کو اپنی جگہ مل سکے اور حکومت کے لیے ایک نیا دور آج کے لیے

قریبیہ دیکھو کہ اس دور میں حکومت کو کچھ کام ملے گا۔ یہاں تک کہ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور
آج کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔

اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔
حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔
اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔

اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔
اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔

اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔
اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔

اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔
اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔
اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔

اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔
اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں حکومت کے لیے ایک نیا دور ہے۔

تہذیبی فحش کو اس کی بنیاد پر یہ کہا جائے کہ جن میں انگریزوں کی روایتوں کی قطعاً تائید کی ہے۔ یہاں کہہ دیا کہ وال خرمین
جزیرہ سے لے کر پورے عالم کی زبان انگریزی ہے۔^{۱۱} سوئٹلر اس سے متفق نہیں

زبان میں رومنوں کے استعمال کے حوالے سے تین برسوں پر محیط ہوا ایک واضح واضح کرتے ہیں کہ اس حوالے سے کوئی
ذرا بہت پہلی تاریخ نہیں ہوں ہے۔^{۱۲} پائش انگریزی کے لئے انہوں کا کتاب 1958ء میں 8-8 صفحہ سے کہ ہو کر
1992ء میں 76 صفحہ ہوا تھا۔ اس طرح یہ نیا چھڑی بڑی روٹوں (انگریزی کی لہجہ، جڑیں، انگریزی، سپاہی کی روئے
والوں کا کتاب 1958ء کے 124 صفحہ سے کہ ہو کر 1992ء میں 208 صفحہ ہو گیا۔^{۱۳}

انگریزی کی زبان کی اہمیت سے انگریزوں میں۔ وہ اس وقت علمی و سماجی اعتبار سے زور ہے اور اس کی زبان میں نیا
زبانوں کو دیکھتے ہیں۔ لیکن بہت جلد انگریزی کے ترقی پزیر ممالک میں زبانوں کے حوالے سے اس میں اضافہ ہوا ہے۔ انگریزی کی
کے لئے اور اس کے لئے اس طرف راجع رہا ہے۔ فحش کی مثالیں اس حوالے سے ہم مٹری کی دہائی میں لے آئے ہیں۔ انگریزوں نے
کے لئے اپنے ترقی سے اس میں لے آئے ہیں۔ دو جہاں کی انگریزی کو لکھ کر دیکھ رہے ہیں اور انگریزی کی کچھ کا دھماکا پختی قوم میں پھیل رہا
ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس میں فحش کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے لئے اس وقت انگریزی کی دہائی میں لے آئے ہیں۔ ان
کہاں بھی ہے۔ ہم عالم گیریت کے تصور میں انگریزی کا فروغ بہت کم تر ہے۔ اس کے لئے یہ عالم گیریت کے لئے روشن
انکشافات کا شہر ہیں۔ ان کی شہادت دیتی ہے کہ انگریزوں میں کوئی اور زبان (بجز انگریزی) کے لئے فحش کی
دلی زبان انگریزی کی زبان سے جس سے یہ کار نہیں دیتی۔

اس کے ساتھ ہی انگریزوں کو فحش کے اور جہ طوطے سے روشناس کرنے کا عمل بھی اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ فحش
پہلے ان کی زبان سے نکلتا ہے۔ ان کے لئے اس کا شہر سے دست بردار ہونے کے لئے چھوٹیں زبانیں کی ضرورت ہیں اس
کے پاس سوز ہے۔ سوئٹلر اس کے ایک اور رویے سے بھی نظر ڈالتے ہیں۔

انگریزوں کی ساری مورخہ کی باتوں سے منہ کے ایک طریقہ سے وہ ان کے لئے ایک نئے قسم کا ایک
اور یہ وہی ہیں۔^{۱۴} فحش اور انگریزی کا ایک ایک جہاں کی ایک کار اور ایک اور فحش۔ جہ کا ایک میں انگریزوں
میں انگریزوں کے لئے بہت کم کرنا۔ ان کی ایک مٹری ہونے ہے۔ انگریزوں کی طرف سے اس کے منصوبوں کے
تقریباً ہزار سالوں میں انگریزوں کی فحش کی ایک نئے قسم کا استعمال اس میں شہادت ہے کہ ہزار سالوں سے
ان کی زبان کے لئے ایک نیا زبان اور فحش کی ایک نیا چھڑی ہے۔ ان کے لئے اس کے ہزار سالوں میں
ان کے لئے ایک نیا چھڑی کے لئے ضرورت دیتی ہے۔^{۱۵}

اب ادب سے معاملے دیکھیں۔ ان کے حوالے سے ان کے ۱۱ اصولوں میں تقریباً ۱۰ نکات، ایک ادب پرست گروہ اور
ادب کا ان کے سرکاری ترجمہ میں ادب کی اس کا پڑا ہوا ہے۔ ان کی دہائی میں ادب بہت چھڑی چھڑی کا ایک نیا چھڑی
ہے۔ ان کے ہزار سالوں کی ایک عالمی ادب کے امکانات پر بات کرتے ہیں:

آج کی زبانوں کے لئے ایک آج کی ادب کے تصور میں آج کے امکانات سوز ہے۔ سوئٹلر نے ان کے ۱۱ اصولوں میں ۱۱

میں مذہب کا ایک عالمی انداز، مجھے میں اپنا احساس ذاتی تصور اور ہم دینی اثر کیس کی شدت میں ہے۔

پھر وہ تجرید اور تصور اور آج کرتے ہیں ہیں سے صفاتی اور میں مذہب اور لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ 1900ء میں 20 فی صد امریکہ تھے، پھر 1980ء میں دنیا کی آبادی 209 ملین سے آگے ہو گئی اور پچھلے ایک طرف مذہب پکڑے ہوئے رہے ہیں اور دوسری طرف مذہب چھوڑ کر۔ پچھلے مذہبی و علم کی تہ کا وہی مکان "مقتل" آج بھی میں سڑکوں میں اور پھر گھر میں ایک اور راہ میں سے دیکھا جائے کہ مذہب میں اثر و افکار کی سطح کم تر ہے انہیں ایک عالمی مذہب میں ڈھانچے کی کوشش کی جا رہی ہے تو اس کے امکانات بھی صدام ہیں کیوں کہ انسانیت کی نوعیت یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی نفسان کی تعلیمات کو وہ اپنی نظریہ کیس کی طرف رجحان رکھتا ہے۔ برصغیر کی تاریخ میں چند مذہب کو نظر آئے ہیں۔ مذہب کے لئے ان کی کوشش دیکھنا ان کی صورت میں ان کے لئے وہی ہوئی لیکن اسے پوری دنیا کی وہ بھی یاد رکھنا کہ دنیا کی کوشش کی جارہی ہے۔

عالمی مذہب نے تجرید کے عالمی سے ایک اور امکان بھی پیش کر دیا ہے کہ مذہب میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس مذہب کا اندیشہ اختیار کر لے۔ جہاں بہت اثر و افکار، یا کے لئے مذہب میں۔ "مذہب" عالموں میں ان میں اضافے سے امکانات بھی ہیں۔ جیسے انسان کے اسلامی فکر کے عالمی رنگ اپنی ہیئت کے لیے مذہب اور کئی دنیا کے دوسرے رجحانوں میں۔ مذہب کا خلا چھوڑ کر کیا اس کے تصور میں کوشش کرنے دیکھا کیسے اس میں کہا گیا تھا کہ

مسلمان اور مسیحی اور ہندوؤں کی صفات آپس سے بھی رہا ہے، ان مذہب میں ان سے یہ بھی اس "اصول" کا
 مذہب کا رہا، اس میں اس کے حکام سے محرم ہو گئے۔ گویا دنیا کے مستقبل کا دورہ مسلمان اور مسیحیوں کے بھی
 متعلق ہے۔

اس ہے وہی مذہب میں مشترک بنیادیں تلاش کر کے عالمی انسان کی رہنمائی کی جیسے عالمی سطحی سطوح میں بھی اس کی
 اور پھر جہاں مذہب میں کوشش کی ہو، میں میں سے ایک آتی ہے جہاں مسلمان میں 2009ء میں پہلی اس کا عنوان "A
 Common Word" "مذہب مشترک" ہی تحریر کا عنوان تھا جو کلمے کی صورت میں شروع ہوئی۔ مکالمے کی صورت
 میں، مانت، مانت کو کم کر کے اس کے ایک ہی میں سے مذہب کو اس کے میں ایک آتی ہے جس کا تصور یہاں بھی، میں میں، میں
 کی بات مذہب اور لوگوں کی تعداد میں سے مذہب کے لئے دنیا کی تعداد میں اضافہ سے ان کی طرف شدت پیدا ہو
 رہی ہے اس کے لئے مذہب میں سے مذہب کو اس کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے
 مذہب سے کی جارہی ہے اس لیے میں مذہب کو اس کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے
 اس ہے وہی مذہب میں اس کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے دنیا کی تعداد میں سے
 کوئی ایک مذہب اس کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے دنیا کی تعداد میں سے

10 ستمبر 2002ء میں جب میں "مذہب" کے ان کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے
 کا ہی چاہے رہے کہ ان کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے دنیا کی تعداد میں سے مذہب کے لئے دنیا کی تعداد میں سے

- ۱۱۔ مہرکس نے ”تنگلکھن“ تہذیبی و تعلیمی ماحول ۸۵ ص
- ۴۔ ایضاً ص ۸۵
- ۵۔ ایضاً ص ۸۶
- ۱۲۔ ایضاً ص ۸۷
- ۱۳۔ کاشمی جلد ۱ ص ۱۰۷، ”رہنما“ جلد ۱ ص ۱۰۷، ”تنگلکھن“ جلد ۱ ص ۱۰۷، ۱۰۸
- ۶۔ ایضاً ص ۸۷
- ۱۷۔ ”رہنما“ جلد ۱ ص ۱۰۷، ”تنگلکھن“ جلد ۱ ص ۱۰۷، ”رہنما“ جلد ۱ ص ۱۰۷، ”تنگلکھن“ جلد ۱ ص ۱۰۷
- ۱۸۔ مہرکس نے ”تنگلکھن“ تہذیبی و تعلیمی ماحول ۱۶۳ ص
- ۱۹۔ ”تنگلکھن“ جلد ۱ ص ۱۰۷، ”رہنما“ جلد ۱ ص ۱۰۷
- ۲۰۔ مہرکس نے ”تنگلکھن“ تہذیبی و تعلیمی ماحول ۸۸ ص
- ۲۱۔ ”تنگلکھن“ جلد ۱ ص ۱۰۷، ”رہنما“ جلد ۱ ص ۱۰۷
- ۲۲۔ ایضاً ص ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹
- ۲۳۔ ”رہنما“ جلد ۱ ص ۱۰۷، ”تنگلکھن“ جلد ۱ ص ۱۰۷، ”رہنما“ جلد ۱ ص ۱۰۷
- ۲۴۔ ایضاً ص ۱۰۷
- ۲۵۔ ایضاً ص ۱۰۷
- ۲۶۔ ایضاً ص ۱۰۷

میں سال حال اور بھی چند سلسلے تھے جس کے لئے ان کو وہی کانٹے تھے پڑتے تھے۔ ان لوگوں میں سے ٹر
 کوئی عربی فارسی بلاغت میں آگئے اور کچھ بچہ پڑھنے لکھتا تو مولوی لوگ کہتے تڑا دالئے۔^{۹۰}
 ہائی گرو کا گھرا احمد و سچ انظر تھا۔ وہ غلام دکانر تھے جب کے شانکار کو حکمت کی کھل میں دیکھتا تھا۔ اس گرو سے لکھو
 کبریا آگاہی چلی۔

انھوں اور ہائی گرووں کے علاوہ ایک غیر انیک نظر کی مائے آتے ہے جو آتھی ہے۔ نوامیادار اور حقانی پشکدہاں میں
 میں، خصوصیت پانچ گروہوں میں، قدرتشک سالی کی جاتی ہے۔ اتفاق نقطہ نظر اور اس اہل نظر کی ہی توسیع دیو چھوٹے
 تو کچھ ہے، مگر یہ نقطہ نظر میری کی جلتی ہے کائنات کی جو مسئلہ، مثلاً نسب، سن، و سنی ماں، حبیب و پھر جو ہے تو برتری تو
 کس اور داد سے ہی ثابت ہوئی۔ ایسوں دونوں میں شکاکتہ جتنی کیے جاتے ہیں نہیں اب سب سے دیکھو مشرق مشرق
 رہتا ہے اور صوبہ مغرب سرحد دیکھتے اور غفلت سے یہی ان میں اشتراکات تلاش کرنے سے باز رہا بھی انوں میں گروں اور
 ختمی بہ نہیں کر سکے۔

پھر ہندوستان میں جوں کے تو بے نظر اور وہاں سے عقائد پر پڑنے لگے لیے کھسکوا رہی تھی کھسکے میں سرسید
 اور حاتی و دشمن کا وہ سوچا ہے۔ نظر اور مائل میں یہ غولی ہے کہ یہ دونوں خصوص نقطہ نظر سے توڑنے سے لیے اسوں
 مسئول کی جاسکتی ہیں۔ ہر اختلافاتی غور کرنے میں کو کچھ برکار۔ ذیل کے درج سے لیے اجتہاد و عیب دن
 "ان اپنی تہذیب اور ان کو مائل تھیں کی تحریک حکومت کی طرف سے احکام دیے جاتے تھے ان سے ان سے
 جس حد تک ان سے ممکن تھا انوں سے نکھرتے تھے نہ سبیلے کے سبیل اپنی تحریکوں کو چھلنے کی خوشی۔"^{۹۱}

۱۸۵۷ء سے بعد ہندوستانی باج و کرور کا دور کا دور تھا۔ میں تحریک ہو اور عظیم آج دور قیام ہے۔ ان بھی قوم پر
 حقت سے طلب حاصل کر کے بعد انکھار سے انتقام اور حاکمیت پھر کر کے لیے سیاسی، مذہبی، شعلی تعلیمی تحریکوں سے
 پورے تھے۔ یہ سب ہیں۔ کسے طرف سرانجام پڑتے تھے اور دوسری طرف تعلیمی تھیں دولت ہندوستان میں ایسے جہان
 اور ان پچھلے دور میں وجود میں آئے تھے جو اپنی تہذیب و تہذیب سے شہدائے ہر طرف تھے پھر سے عروج۔ ۱۸۵۷ء سے
 ۱۸۵۷ء تک بھارت سے ہر، مائوں کا موصوع سفر کی تہذیب پھر سے اثرات ہے۔ ان میں خاص طور پر اپنی تہذیب اور ہر ہر ہادی
 رہا تھا بھارت میں اور ہر ہادی کا جی، اور ہر تہذیب کے تہذیب تہذیب تہذیب کے "ان اوقات" کا مطالعہ آج اپنی کس نظر میں
 کیا جا رہا ہے۔

مشرق اپنی تہذیب اور ذیل تھیں کی تو یہ نکھرتے کی طرف سے اور وہی ہے۔ ہندی گروں کا عقائد دیگر ان کا
 سر سے ہر تہذیب آپ کے دونوں میں بلکہ ادا حصار، تہذیب کی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کو ملوکی رٹ اور ہندوستان کے لیے ایک
 حقت سمجھتے تھے اور وہی ہے آپ کی طرف تہذیب و ہندی قوم، اپنی تہذیب کو مل کر تہذیب ہیں۔ کیا جب سے کہ اپنے اوقات اور اپنی
 اور سب کے بارے میں آپ کا وہی اور آزاد سے مختلف تھ آپ کے ذہنوں میں شرعی اور مرنی تھ مرنی تھ اپنی جاتی ہے
 اور پھر کیا تھا ان کے تھیں ہندو آپ کا بیکار کسی طرف ہے، مثلاً جہاد میں محسوس ہوتا ہے کہ ان اوقات میں ہر ہادی کے

صاحب بھی غم کھینچے ہیں مگر چنانچہ الوقت نہیں دیکھتے، یہ دیکھتے پہلے پوشش نئے عرصے سے ہو رہی تھی۔ یہ اشرف و اہل
سمرقند جتنے سے اور اس کے لیے رہی اور مجھے وہی ادب سے بھی، خود اس آئے اور بہت سی خوشگلیاں اٹھیں۔ یہ اسی وقت کا ایک شعر
ہے کہ تم کیسویں صدی میں بھی ہو یہ آج کی دور میں دو رہے ہیں۔ ہمارے وہ اکابر جنہوں نے دانش و ادب کی دنیا میں
پہلے سے گزر دیے، انہیں ان کے اظہار پر شبہ نہیں کرتے۔ اسی ادب سے ہماری حالات کو بھی نگاہ میں رکھا ہوا ہے۔ ۸۵۰
کے بعد مختلف روایات سے آئے اور مختلف حکمت لکھوائیں، سب کی جنس میں سے ایک حکمت بھی علی گڑھ کی تحریک کی صورت میں
پہنچی تھی۔

اس کی کوئی فصل میں بنی الوقت کی چوٹی فتح کا حال بیان کیا ہے۔ تو فی صاحب کا فیصلہ عام میں نکلا، ہدیہ فتح
نے پہلے میں بنی الوقت و جتنی مشوروں سے وہ رہا ہے۔ یہاں ہے کہ اگر اسے کوئی اور اصل صاحب سے کہہ دے۔ حال کار
ہماری ہے۔ وقت بھر ہوا اس تقریب میں دھبہ اٹل ہے۔ اسی کے چار گروہوں کے کہے بھی ہمارے اچھوٹے سے اچھے
اور بہت جیسے ہیں۔ ان الوقت و فطرینے کے لیے رضا منہ ہو گئے ہیں، لیکن جہاں کار کا مشورہ ہے کہ چاہی بھی وہاں ہے۔
نہ چوں کی ان سے انجیت عزم ہو۔ اسی کو فتح پر جہاں کار اور بنی الوقت میں اہم سالوں بھی غلط کر چکی تھی۔

نہ چوں خدا کی سعادت میں یہ تجربہ کرتے ہوئے ایک اہم بات کہتے ہیں کہ اس میں تو فی صاحب کا کوئی قصور تھا۔ ان
الوقت میں اپنی وقت اور قوت پر چرچا نہ تھا۔ اور اگرچہ اس کی چار ہستی وقت پہلے سے ان سے دہلی میں مگر تھی۔ ۱۰۰
۱۰۰۰ کا کارہا کرتے سے لیے ان الوقت کا انتخاب خود کو نہیں کیا۔ ملین سواں یہ ہے کہ اس سے اس ہستی قوم
تھا۔ اگرچہ ان حکمت کس طرح چلی گئی۔ یہ وہی چینی چینی کو شہنا تھی۔ وہ چینی تھا اور یہ وہی تھی۔ یہ انگریزوں کا تعمیر
تعمیر کا جادو بنا۔ دیکھ دیا چاہے اس کا خیال ہو کہ نہ ہو کہ اس کا قیام میں ہو۔ یہ انگریزوں سے اپنی ساری میں اس کہیں
کے مگر ہر کام سے بعد اس میں یہ بات نہ چلی ثابت ہوئی ہے۔ ان الوقت چنی چوں تو انگریز کی آداب معاشرت سمجھے میں
مرد کرتے ہیں۔ ۱۰۰۰ کا طرح پر ان کا چاہی۔ اسے سے اگرچہ ذرا بعد ان کے دریاں بنی الوقت سے ساتھ ہیں مگر یہاں
وہ سے طور سمجھ چکے اور چلی گئے ہیں

”بنی الوقت سے آئے میں دیکھا تو اسے تکیں انگریزوں سے ساتھ ہیں۔ بے اختیار کر کے لے دے سے کہ سے
میں لکھتے سے لکھے۔۔۔ چاہا تو اسے مرنے کے لیے چلی رہا تھا۔۔۔ وہ سے خود بخود شرمناک ہو
پھر نہیں ہو رہا۔ ہوا پرانی تھی اس پر بھی ان کے گیارہ بیٹے سے کہ اس پر یہ تھرا ہوا ہے کہ
انگریز کی تہذیب بکڑے ہوئے کی شکایت ہے۔“

بنی الوقت کے انگریز کی فتح اٹھ کر سے بعد تو فی صاحب ان سے انگریزوں میں لکھا: چتے ہیں۔ میں بڑی قہر
میں انگریزوں کو دیکھا۔ یہاں ان الوقت و بطور قدرت وہ نہ تھا کہ خود قہر لکھانے سے بعد بنی الوقت کے طویل ہونے کرتے ہیں
اس کے چند حالات انہی ہیں:

حوالہ جات

- ۱۔ دہندہ امریکی مدنی بحریہ، تاریخ بحرہ ۲۰۰۰ء، ص ۱۳۵
- ۲۔ ایڈورڈ سٹیو، جنگلات اور بحریہ، ناصر محمد (مترجم) دہندہ امریکی بحریہ، ۲۰۰۹ء، ص ۶۹
- ۳۔ ناصر محمد، لکڑا، نوآبادیاتی سرحدوں کی شکل و ساخت اور تشکیل، مجاہد اکاڈمی، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء، ص ۳۳
- ۴۔ سرسید احمد خان، مکتوبات سرسید احمد خان، مکتوبات مسکن (مترجم)، ۱۹۶۰ء، ص ۱۸، ۱۹
- ۵۔ قاضی عبدالکامیل، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، قاضی احمد علی، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، پاکستان کی بحریہ، پاکستان کی بحریہ، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹
- ۶۔ مہربان، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، مہربان، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹
- ۷۔ قاضی احمد، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، قاضی احمد، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹
- ۸۔ قاضی احمد، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، قاضی احمد، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹
- ۹۔ ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹
- ۱۰۔ ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹
- ۱۱۔ ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹
- ۱۲۔ ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹
- ۱۳۔ ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹
- ۱۴۔ ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹
- ۱۵۔ ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ایڈورڈ سٹیو، "پاکستان کی بحریہ کی تشکیل و ترقی"، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹

۱۔ پہلے جب وہر میں چہ میردہ کی علامہ اور چاہیہ وادہ جگہ ۱۸۵۰ء ملاں سے مسجد سے مسجد لے کر دینے بات کی کہتے تھے کہ
وہ سے بندہ سوسہ میں چہ میردہ میں سے اختیاراے۔ سوسہ کو حاصل تھے اس لیے راحت پہنچی رہی تھی شہنشاہ چاہیہ وادہ
کو اتنی ہیبت حاصل تھی۔^۱ یہی اس کا مروجہ وطن ملاں اور حکومت میں وہ ملاں ہوا۔ پہلی بندہ تان میں سست کا کڑم کے
حوالے سے سہل دھن تھتے ہیں۔

بندہ تان میں سست کا کڑم کرنے کے کڑکات چاہتے۔ کڑم کی راحت و زمین کی ذرخیزی، سوسے چاہیہ کی فراہمی
اور ہر مصلحت کی آغوش۔۔۔ کڑم کے کسی ملک میں چہ چاہیہ مروجہ پہلی واپس پیش و راحت کے سرکار فراہم
کرنے میں کئی دیر لگتی ہے۔

۲۔ (۱۵۳۶ء۔ ۱۵۳۷ء) سے بندہ تان کی فتح سے بعد ملائین کی روایات کو برقرار رکھا اور امرام کو مستودہ زمین بطور امانت
یہاں چہ چاہیہ کی مقصد کے لیے دیا چہ تھا۔ چہ میردہ سرری حکومت و دنیا فراہم کرے۔ مطلق سست میں چہ میردہ تان کا کام
عروج ملاں دین آئیر کے دور حکومت (۱۵۵۶ء۔ ۱۶۱۵ء) سے شروع ہوتا ہے۔ ملاں کا دور حکومت (۱۵۳۵ء۔ ۱۵۵۵ء) کا
خوش حال ہوا۔ اس کا نام کو مشہور کرتے ہیں چہ میردہ تان کے تشکیل نو کرنے سے مدت میں ہوئی اور سے دور ہوا جائے، انتظام میں
تخلیل میں یکے بعد دیگر میں آئی ہیں۔ بر سے منصب وادہ میں قومی اور تنظیم ملاں کو کھولا کے پیش چہ میردہ جاتی تھی۔ اس
لے چہ چاہیہ کھولا جائے کہ چہ میردہ تان بھی چہ میردہ تان کے حوالے سے اسی طرح کہتے ہیں۔

۳۔ چہ میردہ تان جن سے ساتھ تان شروع ہوئی تھی وہ اسیام ملاں تھیں وہ چہ میردہ کی کھولا کھولا تھی ہوئی لیکن تھی
طور چہ وادہ سے ملاں اس کی گرفت کر رہے سوسہ دے دے تھی۔ کھانا تھیں حالہ نہ میردہ اور شہنشاہی خاکدان
سے راحت کے لیے ہوئی تھی۔ انتہہ درجہ اور عوامین و قلعہ چاہیہ شہنشاہ کرتے۔ وقت اور حالات سے
ساتھ وادہ کو سستی و قیاس ضرورت سے وقت اس سے منصب ملاں بھی دیکھ رہی چہ تھی۔

مطلق دور میں چہ میردہ تان نظام خصوصاً طریقہ کار کے تحت یہ دین چہ چاہیہ میردہ سے کھانا اور چہ دین سوسے سے بڑے
چہ میردہ حال امرام سے نہ کھاتی کہلاتے تھے چہ عام چہ میردہ کا گھر نہ مل ہوا کرتا تھا یہ قلعہ بھی کہا۔ چہ میردہ
۱۸۔ بعد سے وادہ سے متعلق چہ کن کرتے ہوئے وادہ مبارک علی کہتے ہیں کہ فضل چہ چاہیہ وادہ کے ۱۵۱۰ء میں کھانا چہ
اور چہ تان ہوتا جبکہ کارن سے سب کتاب رکھا تو بھی ایک ہی نہیں اور بعد سے بھی مل جاتے تھے لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہا
کہ اس میں مطلق نہ ملاں۔ نہ کھانا نہ وادہ کی بات چہ کھان سے فوس سے چہ وادہ ملک وادہ رکھے۔ چہ میردہ وادہ سے
بڑا رہتا ہے وہ "تھن" کہلاتی اور اپنے دھن کو توڑ چہ دیتی جو تھن "تھن" کہلاتی۔

چہ میردہ چہ بھی کہتے تھے۔ اس سے متعلق قند لے کر اسے چاہیہ چہ کھاتا تھا۔ وہ چہ وادہ میں اس صورت میں
پہلی وادہ کا قند حاصل کرنے کے لیے کسان چہ لگتی کہتے تھے۔^{۱۰}

چہ میردہ تان سے سوسہ پھر رہنے کے لیے دین طرف سے چہ میردہ سے وادہ مقرر کیے جاتے تھے یہ دین اس وقت کا
چہ کہ چہ کہ چہ میردہ کھان سے وادہ وادہ تھن نے وادہ اس کا ملک کر اس سے کہا ہے۔ ام میردہ وادہ میں وادہ

دفع چھٹا تھیں۔ یہ کہیں کا لہو ہے کالی اچھ بھی دکھ گئے دامن قزا چلتے چلتے

مگر شادی کی باتیں نے سہرا دور دروازے پر تو کو عام نے تو پہلے بھی ہاتھ تڑپائے دلی درباب کشادہ کا مرکز نہ تھی حوائی ہے
 دہرائی اور جہاں سے انکھ کی وہاں فوجی کے خزانہ سے لے کر ادا ہو گیا اور فوجی دیکھو ادا ہوئے سے پہلے تھی۔ اب حوائی اوسط اور
 معاشی، انکھ کی بدحوالی کے لئے اسے اُس دور کی شہر میں سیب دکھائی دیتے ہیں۔ یہ وہاں کے شہر آشوب اور بھگت میں اس
 عہد کا ایک اور صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ شکر دلی بھر شہر کے عہد میں اس میں اور حوائی کی زبان و پست تھی کا ذکر
 شہر آشوب میں کیا کرتے ہیں۔ شادہ تم ہی کتب شہر آشوب" شہر شہر کے عہد کی سائنس اور طبائی بات کا قلم کھینچتے ہیں۔

شہر کے کچھ حرالت کی کچھ نکالی تھیں امیروں کے سپہی کی قدر دلی نہیں

بزرگوں کے گھٹن ہنسنے سہوئی تھیں قواض کھانے کی چاہ نہیں تو پانی نہیں

گھو بھالنا ہے جانا رہا حکایت + چار

تو اسے اپنی دوا میں شہر آشوب میں سے ایک قصبہ لے کر ایک گھر کی کھڑکی سے لکھ کر حوائی کی صورت، عام ہے
 روزگار کی اور معاشی کے تقاضا کا نوٹ بیان کیا ہے اس کے بعد سوائے بے روزگاری نے اسے یہ نصیب ہی نصیب ہے۔ جو پہلے چکر اور
 اور اس کے ملنے پر ملنے اور انگریزی میں خود نگہداشت کے لئے ملنے پر ایک صاحب اور ملازمی رسم ہی میں گھر سے نکلتے۔

امیر اب جو ہیں دانا نہیں کا ہے یہ حیار بھگتے ہیں بھگتیں دیکھ کر نڈھتے کا حال

زبان جان بچا ہے تھیں تو گنگا دیکھتی ہیں اور وہ تو بڑی بڑا گنگا دے ہیں چھٹی کی پانی تھیں کی بڑی کا یہ عالم تھا

پڑے جو کام آتش تپ گھل کے کھلی ہے دیکھیں وہ فوج جو بھگتی بھگتے تھائی ہے

جیادے ہیں سو دوسری ہر منزل سے نکلتی ہے سو گھر گھر پڑی سوتے میں چار پائی ہے

کرے جو خوب میں گھڑا، ان کے بچے اول

یہ غیر ملات باتوں کے کہیں گھر میں خیرات سے ڈوبے بھی اپنے محمدی اتفاق، اپنی دوسری، انہیں پانی ہی
 ہے سوا کا قصبہ، "تھیں روزگار" اگرچہ کچھ نکلے امیر کے قاتل وہ گھڑے کی گھر ہے لیکن اس وقت یہ دینی نظام کی طرف کی
 طرف اشارہ ہے

ادائی کا اس سے کہیں تھ کران پاؤں قانون کا اس کے اب میں پہلے تک ساراں بھر

بھر گھٹی گھٹی دیش ہے ہر خبر کا ہرگز نہ لکھ سکے وہ اگر پہلے ایک ہزار

میں تکی پر اپنی دیش آئیں اور بھگت اور جو بھگت شہر کی تھی تھی، شادہ اور بھگتوں کی حالت اور
 کا مرقہ کھینچا ہے:

جس کئی کو تھا تھسے مگر وہ آوے بھر میں دیکھ امیر دتہ

پاں نہ کئی دتہ ہے نہ شہر میں نہ دیکھ سوچے حال مہ

طرز مرہ ہونے لکھے آج (۱۹۴۷ء)

دہلی کی اس چمکدارانہ فضا میں جہاں ملائین و اسرائیل کے اتحادی بدعنوان اور سواکی پریشانوں نے مخلوق کو ہر ایک پہاڑ پر پہنچا کر دیا تھا، یہاں بھی گڑبڑی فضا پر فوج لگے تھے۔

حق پر مجاہدوں پر جو سخت ہے مٹا دی گئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی

(پہلی سطر)

میں نے دیکھا ہے کہ کتنی دلی میں
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی
 دلی میں آج ایک بھی حق نہیں آگئی

(دوسری سطر)

میں نے دیکھا ہے کہ کتنی دلی میں

۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار

۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار

۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار

۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار

۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار

۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار
 ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ملک کی اندرونی جنگ کو سب آروے کر دیا۔ گوپے بھڑ میں کر لیا۔ پانی پتہ کا دھار

میں بھی میٹاں توں نے لے لیا ہوتا ہے کہ میں ہوں، مگر وہ توں نے لے لیا ہے۔

میں اس وقتوں میں نے بے خوف و ہراس
 تو سحرِ نغمہ سے تڑپا . سے یاد ہے

کچھ / گری صحت و جے جسم و فکر آتش دھب جلا جے انگارے

ات پر محکمہ اول درجہ انعام ہے

کونساں قصوں کا گہروں کی سطح پر حقیقت سے غرق ہو کر آئی ہیں؟ اور کونساں طرف سے ان کے انتقال اور مرہون کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہوئی ہے۔

۴۔ یہ دونوں نظام لا محض عقل و درخشاں کے عروج کے ساتھ نظر آتے ہیں اور عقل و علمیت سے روایات کے، جو کہ وہاں

[illegible]

حوالہ جات

دکن میڈیکل کالج، ممبئی، مور لٹریچر بانی، ۱۹۹۳ء، صفحہ ۷۰

15. 1994

۳۔ نیرو و کار و مهارت (جلد ۱)، بہار، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۲۴

1. Byres and Harbes Mukhia (Eds): *Feudalism and Non-European Societies*.
London 1985, P-275
2. *تاریخ سلطنت مغلیہ (ط ۱۷۰۷ء تا ۱۷۵۷ء)* ج ۱، ص ۱۰۰
3. *سوانح*، ج ۱، ص ۱۰۰
4. Athar Ali: *Mughal Nobility under Aurangzeb*. Bombay 1970, P-74
5. *ڈاکٹر میرک علی، جاگیرداروں کی زندگی*
6. Athar Ali: *Mughal Nobility under Aurangzeb*, P-82,90
7. *ڈاکٹر میرک علی، جاگیرداروں کی زندگی*
8. *پرویز بخش صاحب، نظم آستان قدس کوئی شاعر*، دکنی شاعری، ج ۱، ص ۱۰۰
9. *ہندوستان کی تاریخ، ج ۱، ص ۱۰۰*
10. *تاریخ شاہی، اردو شاعری کا نثری و شاعری کا مطالعہ*، ج ۱، ص ۱۰۰
11. *میر تقی میر کی شاعری، ج ۱، ص ۱۰۰*
12. *میر تقی میر کی شاعری، ج ۱، ص ۱۰۰*
13. *میر تقی میر کی شاعری، ج ۱، ص ۱۰۰*
14. *میر تقی میر کی شاعری، ج ۱، ص ۱۰۰*
15. *میر تقی میر کی شاعری، ج ۱، ص ۱۰۰*
16. *میر تقی میر کی شاعری، ج ۱، ص ۱۰۰*
17. *میر تقی میر کی شاعری، ج ۱، ص ۱۰۰*
18. *میر تقی میر کی شاعری، ج ۱، ص ۱۰۰*
19. *میر تقی میر کی شاعری، ج ۱، ص ۱۰۰*
20. *میر تقی میر کی شاعری، ج ۱، ص ۱۰۰*

نی ٹیگ اس سہ ماہی پر مشورہ فی آف میگزین، سہ ماہی، سہ ماہی

پاکستانی کلچر کا مسئلہ

Culture is a name given to the specific way of life of a society. Pakistan Culture is a blending of the Muslim Culture and the European Culture. People living here make their identity through their dwelling and conventions. They collectively make a separate entity from other cultures of the world. Likewise, their glorious past and their Islamic Culture play an important role in making their unique identity. We have to prove ourselves unique and singular through our culture, by following positive attitude while living on this soil.

[illegible]

موسیقیوں اور تہذیبوں کی تاریخ کو گہرا سمجھنا اور ان میں بہت سے تبدیلیاں پیدا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ان کی بنیاد پر مبنی ہوں۔^۲

[illegible]

مگر یہی وہ مطلب ہے۔ Culture اس میں جو کچھ شکل Kulture سے اخذ ہے، جس کے معانی جو کچھ براہ راست ہے
 ہیں۔ دوسرا خیال ہے کہ یہاں کا سب کچھ مذہب اور اس کی تعلیم ہے۔

The suggested pattern of human knowledge, belief and behaviour culture thus defined consists of language, ideas, beliefs, customs, taboos, codes, institutions, tools, techniques, works of art, rituals, ceremonies and other related components and the development of culture depend upon man's capacity to learn and transmit knowledge to succeeding generations.

مگر یہی تعلیم اور کچھ جاننے کی تھی کہ وہ اس وقت جو حالت میں تھی، کوئی دیکھ کر کہیں دیکھ کر کہیں اس کا واضح ثبوت دینا نہ ہو سکتا تھا۔
 یہ وقت میں سنا ہے اور دوسری طرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہی دیکھ کر کہیں دیکھ کر کہیں اس کا ثبوت دینا نہ ہو سکتا تھا۔

تھے ٹھیک کی فکر میں - وہی بھی گئی

ہاں تھی نے بڑی - پھوٹی بھی گئی

واحد کی نصیحتیں - دیکھ آؤ

پتوں کی خاک میں گولی بھی گئی

سریندھانی اور کی کریم کے بارے میں ذکر تسلیم کرتے ہیں۔

”سریندھانی کی اس لحاظ سے صحبت دیکھنے کے لیے کہ وہاں نے شعری طور سے اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے کہ وہاں نے شعری طور سے اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے۔“

دہانوں سے ایک امیت یہ بھی ہے کہ پھر کے قریب میں ہر دور سے یہی حالت بھی اندر کر دیا کرتے ہیں کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔
 یہاں سے اس وقت سے کہ پڑی ہے اور اس سے پہلے یہ بھی ہے کہ پھر کے قریب میں ہر دور سے یہی حالت بھی اندر کر دیا کرتے ہیں کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔
 عکسوں میں اس نے پھر کے قریب میں ہر دور سے یہی حالت بھی اندر کر دیا کرتے ہیں کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔
 اس وقت سے بھی کہ حقیقت دیکھ کر کہیں دیکھ کر کہیں اس کا ثبوت دینا نہ ہو سکتا تھا۔

۳۔ اس کے ساتھ میں۔ پھر کے قریب میں ہر دور سے یہی حالت بھی اندر کر دیا کرتے ہیں کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔

”ایک مسٹر پھر کے قریب میں ہر دور سے یہی حالت بھی اندر کر دیا کرتے ہیں کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔“

”ایک مسٹر پھر کے قریب میں ہر دور سے یہی حالت بھی اندر کر دیا کرتے ہیں کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔“

۴۔ یہ مسٹر پھر کے قریب میں ہر دور سے یہی حالت بھی اندر کر دیا کرتے ہیں کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔

پتوں میں اس وقت سے کہ پڑی ہے اور اس سے پہلے یہ بھی ہے کہ پھر کے قریب میں ہر دور سے یہی حالت بھی اندر کر دیا کرتے ہیں کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔
 ایک مسٹر پھر کے قریب میں ہر دور سے یہی حالت بھی اندر کر دیا کرتے ہیں کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔
 اس وقت سے بھی کہ حقیقت دیکھ کر کہیں دیکھ کر کہیں اس کا ثبوت دینا نہ ہو سکتا تھا۔

۵۔ اس کے ساتھ میں۔ پھر کے قریب میں ہر دور سے یہی حالت بھی اندر کر دیا کرتے ہیں کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔

اس بات کی تائید فیض احمد فیض کی اس تقریر سے ہوتی ہے۔

”میں کوئی کاسینو گیم نہیں جانتا۔ یہ سب سب سے پہلے یہ تھا کہ اس نے اسے اپنی تہذیب سے خارج کر دیا تھا۔“

جبکہ ایضاً میں نے اس شخص کو دیکھ کر کہیں دیکھ کر کہیں اس کا ثبوت دینا نہ ہو سکتا تھا۔

۶۔ یہ مسٹر پھر کے قریب میں ہر دور سے یہی حالت بھی اندر کر دیا کرتے ہیں کہ وہ نہ ہو سکتا تھا۔

ہے اس لحاظ سے ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے۔

’گلبرگ‘ درختوں اور شاخوں کے پھل یا پھل کے ٹکڑے سے بننے والی ایک دھات کی کارروائی سے اس وقت ۱۸ ویں صدی کے وسط میں
اس میں یورپ کی کاروبار میں کامیابی کے ساتھ ’گلبرگ‘ کی شکل میں ایک نیا اور مزید بہتر اور زیادہ دلکش اور دلچسپ
کی شکل میں پورے دنیا کے لوگوں کو کامیابی کے ساتھ کر کے دے دیے گئے۔ یہ دھات کی کارروائی کی گئی تھی کہ اسے اپنے گہرے اور دلکش
شکل اور رنگ کی بنا پر استعمال کیا جاتا ہے۔^{۳۰}

حوالہ جات

- ۱۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۲۔ ’گلبرگ‘ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۳۔ ’گلبرگ‘ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۴۔ The New Encyclopedia of Britannica, Vol. 3, Edition, 5, pp. 784.
- ۵۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۶۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۷۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۸۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۹۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۱۰۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۱۱۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۱۲۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۱۳۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۱۴۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۱۵۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۱۶۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۱۷۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۱۸۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۱۹۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔
- ۲۰۔ گلبرگ کی شکل (۱۹۸۸)، (پرنٹسٹن یونیورسٹی پریس، پرنٹسٹن، نیو جرسی)۔

- ۳۳۔ امیر محمد علی (۱۹۹۹ء) تھوڑے بچے ہیں ۹۲
- ۳۴۔ وہ "سارو" (۲۰۰۹ء) گل کے شوقین ہیں ۹۳
- ۳۵۔ فیض احمد فیض (سید امجد علی شاہ) ۹۴
- ۳۶۔ عمارت کے بارے میں ۲۰۰۹ء کے کتاب "گل کے شوقین" اور "سارو" کے بارے میں ۲۰۱۰ء کی کتاب "گل کے شوقین" میں ۹۵
- ۳۷۔ "سارو" (۲۰۰۹ء) گل کے شوقین ہیں ۹۶

اسالیب و طرق اور اس کی صورت سے لکھ نہیں سکتا۔^{۳۲} (اسی طریق) ایک تاریخی روایت ہے کہ اہل شرب و فحش میں جو وہ اور ان کے
سے واقف تھے اور انہیں فحش کے عجیب و غریب شکار کرتے تھے۔^{۳۳} ان پر یہ بھی چاہتے تھے کہ وہ اس طرح کے اہل فحش سے دور رہیں
جو اہل دارالوہابوں کی اصلاحات ہیں۔ یہ کہہ کر اس کی اپنی اصلاحات رہنما اہل اسلام میں معروف رہی ہیں اور ان کی رہنمائی
سے خود ہیں اور یہی اصلاحات ہیں۔ ہم کہیں یہ نہیں دیکھ سکتے کہ وہ ان کی اصلاحات ہیں، چنانچہ ان کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے جس نے اپنے
خلیفہ سے اور ذکاوت کے بل بوتے پر، اصولی فحش کے بارے میں کسی مانتہ سلم کے بغیر بحث کیا۔

ایک تاریخی روایت چوتھی ہے کہ جب نبی، رسول نے جب رسول کی زبان قرآن کی تلاوت کی اور اس کی تعریف کی تو قریش
سے اس نے کہا کہ یہ شعر ہے۔ رسول نے کہا نہیں، میں اسے فحش کے فحش دیکھ رہا ہوں، جو فحش نہیں ہے، فحش اسے فحش سے مراد
فحش ہے جو اسے قرآن میں ہے۔^{۳۴} حضرت سے رسول کی ساری اصلاحات سے شایع تھا کہ وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتے تھے
مطلقاً اس سے خود اس کی کوئی دیکھ، وہ اپنی مرضی سے صحیح فحش دیکھ رہے تھے، اس میں فحش دیکھ رہے تھے۔ یہ بات ولی
یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کی اصلاح و طریقہ خود رسول، رسول سے وہ فحش مذکور

میری رائے میں پہلی اور اسے فحش اور پہلے سے فحش (عربی) سے واقف نہ رکھتے تھے جو اصلاح سے قبل منع کیا گیا،^{۳۵}
کے تحت) انہیں اپنے قدیم اسلاف سے ان کے مطابق فحش نظم کرنے کے اصول و قواعد عطا ہوئے۔ وہ ان کے اصول سے جدا نہیں
ہوئے تھے اور ان کی باتوں سے ان کے ان کے نام بھی رہے تھے، لیکن اس طرح عالمی زبان کے انتہائی بڑیوں کے فحش دیکھنے
قبل ان کے کہ وہ فحش میں کثرت اپنے فحشوں میں فحش سے خود فحش کا فحش نہیں سمجھتے، تاہم وہ اپنی زبان کے اسالیب و طرق سے
واقف نہ تھے، انہیں یاد دہانے ہیں ان فحش میں کثرت کرتے ہیں، اور ان سے لیے اور ان کی فحش کرتے ہیں، ان کے پر
فحش دیکھ رہے ہیں، ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کی فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کی فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کی فحش دیکھ رہے ہیں
کے فحش دیکھ رہے ہیں، یہ سب یہ وہ اپنے فحشوں سے مراد فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں
مقام رسول کی فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں
وہ بھی ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں
فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں
اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں، اور ان کے فحش دیکھ رہے ہیں
پہلا فصل سے جس نے یہ کام انجام دیا، جو چاہتا رہا اور فحش کے کا مستحق ہے۔^{۳۶}

اسی طرح وہ دیکھ رہے ہیں کہ فحش نے فحش کی حفاظت کی، وہ ان کی عراقی میں سوجھ بوجھ تھی۔ اہل عراق اسلام سے قبل
فحش اور زبان کا معاملہ ہونے کا دیکھ رہے تھے، انہوں نے فحشوں کا ذکر، انہوں نے فحش سے فحش فحش فحش فحش فحش فحش فحش فحش
روایت میں ترجمہ کیا۔ اس اسالیب سے ان نے اپنے فتوے میں یہ اصلاح کی کہ وہ اپنے فحش میں مدد کی دیکھ رہے تھے، اور ان کے فحش دیکھ رہے تھے
نے فحش سے کام لے کر اپنے ان فحش کو اسٹیٹ اسلام سے مرتب کیا، ان کے فحش دیکھ رہے تھے، جب ان میں سے کچھ لوگ
اسلام آئے، وہ مسلمانوں سے ان کا نقل چلی ہوا، تو عربوں کے جان و زبان فحش سے فحش جو کچھ وہ سوجھ بوجھ، خاص طور پر عراق

- [illegible]

- [illegible]

میں ۱۷۱۲ء میں شمس کے سے منع کرتے ہیں۔ مہم کی برادری جہت کا تختہ کھٹکتا ہے۔ تقدیر کا انقلاب کے دور پر مہم اپنے کی کاٹ کرتے ہیں۔ یہ کتاب کی ایک بار کی کوئی تھوڑی سی تصدیق ہے۔ خاص مکتبہ کے حروف کو گنتہ روز صحت کا ذکر دیکھنے کی راہ سے صحت دیکھنے کی ہیں۔ جو تھوڑی سی ایک ایک دیکھ کر دے۔ جو شمس کے حروف کی ہر کتاب کی طرف سے خواہ مخواہ میں ملتی ہیں۔ ایک تو ۱۷۱۲ء اور ۱۷۱۳ء کے درمیان میں مستعمل ہو کر کاٹول۔

ابنی حتی ایک اور صوفیہ اور صوفیہ کتاب مولوی غلام الحق نے رام پوری کی کتب خانہ سے ۱۹۲۴ء میں بطور عطیہ میں عرض کے علاوہ ۱۷۱۲ء میں مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے ہاتھ سے شمس کے حروف کی کتاب سے ہمارے میں ہے۔ یہ کتاب تھوڑی سی کتاب سے ہے۔ اور ہمارے میں شمس کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔ مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔ مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔

مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔ مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔ مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔ مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔

مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔ مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔ مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔ مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔

مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔ مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔ مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔ مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔

مولوی غلام الحق نے مولوی غلام الحق کے حروف کی کتاب میں سب سے زیادہ تعداد میں ہے۔

نمبر	تاریخ	مکتبہ	تاریخ	مکتبہ	تاریخ	مکتبہ
۱	۱۷۱۲ء	مولوی غلام الحق	۱۷۱۳ء	مولوی غلام الحق	۱۷۱۴ء	مولوی غلام الحق
۲	۱۷۱۵ء	مولوی غلام الحق	۱۷۱۶ء	مولوی غلام الحق	۱۷۱۷ء	مولوی غلام الحق
۳	۱۷۱۸ء	مولوی غلام الحق	۱۷۱۹ء	مولوی غلام الحق	۱۷۲۰ء	مولوی غلام الحق

[illegible][illegible]

۱۔ تھکس وراثت (۱۹۳۳ء) کے مطابق ۶۱ فی صد تھکس وراثت میں ملنے والے تمام وراثتیں اور متعدد ٹیکس، ایک دو تہ اولیٰ وراثت کی حد پر اور جزوی اصلاح کرتے ہیں۔ ان کے پاس ہنگامہ کار کا یہاں ہے کہ تھکس وراثت کے لیے ناکافی ہے۔ تھکس وراثت کی اصلاح بھی ہو چکی ہے۔ تھکس وراثت کی تفصیل سے گریہ کیا گیا ہے۔ تھکس وراثت کی اصلاح کا حوالہ ۱۹۳۳ء کے قانون چاہا جانے سے ہے۔ چاہا جانے کا یہاں بھی بتایا گیا ہے۔

۲۔ گورنمنٹ وراثت (۱۹۳۳ء، ۱۹۳۴ء)۔ یہ ایک ایسی قانون ہے کہ ۶۱ فی صد تھکس وراثت میں ملنے والے تمام وراثتیں اور متعدد ٹیکس، ایک دو تہ اولیٰ وراثت کی حد پر اور جزوی اصلاح کرتے ہیں۔ ان کے پاس ہنگامہ کار کا یہاں ہے کہ تھکس وراثت کے لیے ناکافی ہے۔ تھکس وراثت کی اصلاح بھی ہو چکی ہے۔ تھکس وراثت کی تفصیل سے گریہ کیا گیا ہے۔ تھکس وراثت کی اصلاح کا حوالہ ۱۹۳۳ء کے قانون چاہا جانے سے ہے۔ چاہا جانے کا یہاں بھی بتایا گیا ہے۔

۳۔ شری (۱۹۳۳ء، ۱۹۳۴ء)۔ حکومت نے ان میں اور وراثتیں، جہاں تک تھکس وراثت کے لیے ناکافی ہے، تھکس وراثت کی اصلاح کرتے ہیں۔ ان کے پاس ہنگامہ کار کا یہاں ہے کہ تھکس وراثت کے لیے ناکافی ہے۔ تھکس وراثت کی اصلاح بھی ہو چکی ہے۔ تھکس وراثت کی تفصیل سے گریہ کیا گیا ہے۔ تھکس وراثت کی اصلاح کا حوالہ ۱۹۳۳ء کے قانون چاہا جانے سے ہے۔ چاہا جانے کا یہاں بھی بتایا گیا ہے۔

۴۔ گورنمنٹ وراثت (۱۹۳۳ء، ۱۹۳۴ء)۔ حکومت نے ان میں اور وراثتیں، جہاں تک تھکس وراثت کے لیے ناکافی ہے، تھکس وراثت کی اصلاح کرتے ہیں۔ ان کے پاس ہنگامہ کار کا یہاں ہے کہ تھکس وراثت کے لیے ناکافی ہے۔ تھکس وراثت کی اصلاح بھی ہو چکی ہے۔ تھکس وراثت کی تفصیل سے گریہ کیا گیا ہے۔ تھکس وراثت کی اصلاح کا حوالہ ۱۹۳۳ء کے قانون چاہا جانے سے ہے۔ چاہا جانے کا یہاں بھی بتایا گیا ہے۔

۵۔ گورنمنٹ وراثت (۱۹۳۳ء، ۱۹۳۴ء)۔ حکومت نے ان میں اور وراثتیں، جہاں تک تھکس وراثت کے لیے ناکافی ہے، تھکس وراثت کی اصلاح کرتے ہیں۔ ان کے پاس ہنگامہ کار کا یہاں ہے کہ تھکس وراثت کے لیے ناکافی ہے۔ تھکس وراثت کی اصلاح بھی ہو چکی ہے۔ تھکس وراثت کی تفصیل سے گریہ کیا گیا ہے۔ تھکس وراثت کی اصلاح کا حوالہ ۱۹۳۳ء کے قانون چاہا جانے سے ہے۔ چاہا جانے کا یہاں بھی بتایا گیا ہے۔

- ۲۷۔ محمد یاقوت، ۱۸۳۵ء، لغتوں کا تذکرہ، ج ۱، ۱۸۱ء، مکتبہ مطبع، انوار ممبئی۔
- ۲۸۔ محمد یاقوت، ۱۸۳۵ء، لغتوں کا تذکرہ، ج ۱، ۱۸۱ء، مکتبہ مطبع، انوار ممبئی۔
- ۲۹۔ سید احمد مراد آبادی، لغت الفی، مراد آبادی، لاہور، ۱۸۵۸ء۔
- ۳۰۔ مؤلف ایضاً، دکن اور برصغیر میں لکھنؤ، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
- ۳۱۔ لغت الفی، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
- ۳۲۔ لغت الفی، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
- ۳۳۔ لغت الفی، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
- ۳۴۔ لغت الفی، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
- ۳۵۔ لغت الفی، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
- ۳۶۔ لغت الفی، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
- ۳۷۔ لغت الفی، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
- ۳۸۔ لغت الفی، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
- ۳۹۔ لغت الفی، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
- ۴۰۔ لغت الفی، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
41. Tassy, Par M. Garcin De. 1848, Prosodie Des Langues De L'Orient Musulman. Paris Imprimerie Nationale 1st ed.
42. Tassy, Par M. Garcin De. 1873, Rhetorique et Prosodie Des Langues De L'Orient Musulman. Paris, Maisonneuve et C. Libraires-Éditeurs Quai Voltaire 2st ed.
43. Glychist, John. 1796, A Grammar of the Hindoostanee Language or Part Third of Volume First of 'A System of Hindoostanee Philology'. Calcutta.
44. Price W. 1823, A Grammar of the Three Principal Languages Hindustani, Persian and Arabic London.
45. Tassy Par M. Garcin De 1832, Memoir sur le Systeme Metrique des Arabes, adapte a la Langue Hindustani Paris, Journal Asiatique.
46. محمد یاقوت، ۱۸۳۵ء، لغتوں کا تذکرہ، ج ۱، ۱۸۱ء، مکتبہ مطبع، انوار ممبئی۔
47. مؤلف ایضاً، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
48. مؤلف ایضاً، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
49. مؤلف ایضاً، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔
50. مؤلف ایضاً، دکن اور برصغیر، مکتبہ مطبع، لاہور، ۱۸۶۸ء۔

ڈیڑھ پندرہ مہینہ، محاسبہ اقبال کو چین کے لئے دیا۔ اسلام آباد

[illegible]

۳۔ بین الاقوامی مجلے و دوسرے گھرانے کے ممبرین تک رسائی دیگر ذرائع و وسائل پر موجود ہوں۔

۴۔ حوالہ دہتی تحریر پر توجہ صرف اپنے میدان و مضمون پر شائع ہونے والی تحریر پر مرکوز ہونی چاہئے۔ عام طور پر چارچ سال اور دہائی اور انسانیات کے موضوعات کے موضوعات پر سات سال تک اثراتی حلی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

۵۔ برقیاتی تحریر پر توجہ ہے کہ جو نیا نیا موضوع نظر نہ لے رہی ہو مگر یہی۔

اثراتی عامل (Impact factor)

اسے درجہ بندی کے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے سے دیگر جرائد میں آنے والے حوالوں کی سطح و اہمیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اس سے جرائد کے تحقیقی اہمیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کتنے میں برقیاتی حوالے ملے۔ اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کتنے میں برقیاتی حوالے ملے۔ اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کتنے میں برقیاتی حوالے ملے۔ اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کتنے میں برقیاتی حوالے ملے۔

تجرباتی مضمون (Review Article) دیکھتے ہیں۔ اس کی اہمیت تحقیقی مضمون سے زیادہ ہے۔ کیونکہ اس میں حوالوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کتنے میں برقیاتی حوالے ملے۔ اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کتنے میں برقیاتی حوالے ملے۔ اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کتنے میں برقیاتی حوالے ملے۔

(الف) ۱۹۹۲ء کے سال

(ب) ۱۹۹۲ء میں ۱۹۹۰-۹۱ء میں شائع کئے گئے مقالوں کے حوالے سے حوالہ دہت۔

(ج) ۱۹۹۰-۹۱ء میں شائع کئے گئے مقالوں کے حوالے سے حوالہ دہت۔

(د) ستمبر ۱۹۹۲ء کا برقیاتی سال۔

تفصیلی مضمون کا مجموعہ ہر مضمون سے تحقیقی مقالوں کے اثرات مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر مضمون کا ایک ایک جائزہ لیا جاتا ہے۔

۴۔ چارچ سال تک کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کتنے میں برقیاتی حوالے ملے۔

(الف) ۱۹۹۲ء میں ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک کے مقالوں کے حوالے سے حوالہ دہت۔

(ب) ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء کے دوران میں شائع ہونے والے مقالوں کے حوالے سے حوالہ دہت۔

(ج) ایک تقریباً چارچ سال برقیاتی سال

۳۔ ذاتی حوالہ دہت کو نظر انداز کرنے کے لیے نظر دہتی شدہ اثراتی حوالہ دہت۔

(الف) ۱۹۹۰ء میں شائع شدہ مقالوں کے حوالہ دہت۔ ۱۹۹۲ء میں

(ب) ۱۹۹۰ء میں شائع شدہ مقالوں کے ذاتی حوالہ دہت۔ ۱۹۹۲ء میں

(ج) ایک تقریباً چارچ سال حوالہ دہت۔ ذاتی حوالہ دہت کے ذاتی حوالہ دہت۔

(د) ۱۹۹۰-۹۱ء میں شائع شدہ مقالوں کے حوالہ دہت۔

(۱) نظریاتی شہدہ بشریاتی علم (نہجیتیم)

(۲) نظریاتی کی تہجی سے یکساں اثراتی عامل کا جائزہ

نہجیتیم:

(الف) ۱۹۹۲ء میں ۱۹۹۰-۹۱ء میں شائع شدہ مقالوں کے نمبر (الف + الف ۲)

الف ۱: نئے موضوع کے ساتھ

الف ۲: نئے موضوعات کے ساتھ

(ب) ۱۹۹۰-۹۱ء میں شائع شدہ مقالوں (ب + ب ۲)

ب ۱: نئے موضوعات کے ساتھ

ب ۲: نئے موضوعات کے ساتھ

(۳) یکساں اثراتی عامل (الف + الف ۲)

نہجیتیم:

نہجیتیم:

نہجیتیم: نظریاتی شہدہ بشریاتی علم (نہجیتیم) سے کام لیا گیا ہے۔ اس میں نظریاتی شہدہ بشریاتی علم (نہجیتیم) اور نظریاتی شہدہ بشریاتی علم (نہجیتیم) کے درمیان کی تہجی کے ساتھ ساتھ

نہجیتیم: نظریاتی شہدہ بشریاتی علم (نہجیتیم) کے درمیان کی تہجی کے ساتھ ساتھ

نہجیتیم: نظریاتی شہدہ بشریاتی علم (نہجیتیم) کے درمیان کی تہجی کے ساتھ ساتھ

نہجیتیم: نظریاتی شہدہ بشریاتی علم (نہجیتیم) کے درمیان کی تہجی کے ساتھ ساتھ

ترجمہ S. S. Langst Society نے ۱۹۶۵ء سے سہ ماہی شائع ہو رہا ہے۔ اس کا اشرفی سال ۲۰۰۶ء میں ۹۷۹ اور ۲۰۰۹ء میں ۱۰۸۸۶ تھا۔ اس میں نوہ ماہی کے مقالات سب سے زیادہ شائع ہوئے۔ یہ ترجمہ ۱۹۷۱ء میں پہلے مرتب ہے۔ اس کی طرح ایک اور سال سہ ماہی ترجمہ Language and Literature ہے جو Poetics and Linguistics Association کی طرف سے مرتب: شائع کرتے ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں اس کا اشرفی سال ۱۰۹۹۰ تھا۔ اس میں انگریزین شائع شدہ مقالہ Jennifer R. Harding کا تھا۔^۹

اب وہ تحقیقی جرنامہ (مضامین یا مضمون) کا شائع کر رہا ہے۔ اس میں نوہ ماہی کے مقالات سب سے زیادہ شائع ہوئے۔ یہ ترجمہ ۱۹۷۱ء میں پہلے مرتب ہے۔ اس کی طرح ایک اور سال سہ ماہی ترجمہ Language and Literature ہے جو Poetics and Linguistics Association کی طرف سے مرتب: شائع کرتے ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں اس کا اشرفی سال ۱۰۹۹۰ تھا۔ اس میں انگریزین شائع شدہ مقالہ Jennifer R. Harding کا تھا۔^۹

تحقیقی مقالہ HEC کے حوالے سے اس کی ایک شریعت "مقالہ" (۲۰۱۲ء) میں بھی کیا گیا ہے۔^{۱۰}

اشرفی سال کے ترجمہ کا سب سے زیادہ مقالات کی تعداد کے لحاظ سے (مضامین یا مضمون) کا شائع کر رہا ہے۔ اس کا ایک جائزہ اہم اشرفی سال کے مقالہ کے حوالے سے اس کی ایک شریعت "مقالہ" (۲۰۱۲ء) میں بھی کیا گیا ہے۔^{۱۰}

۱۔ ان کا جائزہ دیکھ کر کوئی شخص ایڈیٹر (مترجم) کو جانتا ہے۔

۲۔ اہل مشورہ سے معاصر جائزہ (Peer Review) کا کام لیا جاتا ہے۔

۳۔ ان کی کثرت و تعداد بھی جانی جاتی ہے۔

۴۔ مقالات منتخب کرنے کے لیے کوئی ایک ذمہ دار یا ایسی کمیٹی اور مقالات (ترجمہ) اپنے ذمہ دار یا ایسی کمیٹی کے پاس جاتی ہیں۔

۵۔ معاصر مقالات کا انتخاب کوئی شخص یا کمیٹی کے منتخب مقالات سے لیا جاتا ہے جس میں شرح قبولیت ۲۵٪ سے کم جاتی ہے اور اس کا جائزہ دیکھ کر کوئی شخص ایڈیٹر (مترجم) کو جانتا ہے۔

پہلے بائیں ٹاپک انگلیوں سے لے کر دائیں ٹاپک کے لیے دائیں ٹاپک (Knowledge Management) کا مضمون آج پوری نشست کو سنتے رہے تھے۔ یہ بات آج کے لیے بہت سے مہینے سے نظر آ رہی ہے۔ "کے ایم" کوئی نیا ٹاپک نہیں ہے، پہلے ہی سے یہ ٹاپک رہا ہے۔ تحقیق میں علم، جی۔ بی۔ وی کی تحقیق سے پیش کی گئی، جس میں وقت، مطلوبہ یا کچھ حد تک واقف اور تحقیق و اپنا رجحان جی۔ بی۔ وی کے صاحبزادے کو کرتے ہوئے تھے اور فیصلہ کرتے ہوئے تھے۔

پیشکش : وفاق تحریک وفاق کی اسلامی ترقی و تہذیب دینی و معاشرہ آباد بنانے کی تحریک ۱۹۷۱ء میں

[illegible]

2. http://en.wikipedia.org/wiki/Impact_factor
3. Rosner M, Van Epps H, Hill E, **Show me the Data**, "Journal of Cell Biology" 179 (11= 1091-2
4. ISI Web of Knowledge (<http://thomsonreuters.com/content/>)
5. <http://www.isadc.org/info/pubs-language.cfm>
6. www.uk.sagepub.com/journals/journal200860

[illegible]

۸۔ اہلبے "معیار" نامہ پر آج کے دن کے لئے ایک نئی جگہ پر لکھی ہے۔

9. Amin M and M Mabe. **Impact Factor: Use and Abuse "Perspective in Publishing"** Elsevier Oxford, No.1, Oct. 2000. P 4
10. Bo-Christer Björk and Jones Holmström. **Benchmarking Scientific Journal from the submitting Author's point of view "Learned Publishing"** 2006. No.19, Pt154
11. Kaulman-ells Group. **The Facts about Open Access. ALPSP** 2005
12. Fleming Neil. **Coping with a Revolution**, Lincoln University Canterbury New Zealand (<http://www.systems-thinking.org>)

[illegible][illegible]

لیکن دھرم پر ایک عجیب و غریب پند ہے۔ بشر میں اس نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہاں شرجیول نے دھرم پر شادی کر لی تھی۔
اس نے نہ صرف قانون کی تصویر پر چھ اجازت کا لٹریٹ دی۔ اس نے راج کی تعینات اور اس کی جہیز کے بارے میں سب کچھ سمجھ لیا اور اس پر اس کے عہد کی شادی کی بات کی۔ اور وہی دن قتل و کفر پر چلتی کی جہیز تھی۔ شرجیول کی
تقدیر ہو گیا۔ وہ خود اس وقت کی بہت فراخ دلی سے اسے دے دیا۔ اس وقت دولت و محبت کی دنیا بھر تیار ہو چکی تھی۔

[illegible]

[illegible][illegible][illegible]

چونکہ اس طرح کے علاج کے خلاف ہوتی ہے۔ وہ مصلحت سے تو بڑی ہے۔ مع کمال کسب
 لکھنے کے لئے Catharsis) خوف اور غم سے ان جذبات سے آزاد ہونے میں وہ ایک بہت ہی مفید چیز بنی ہے۔
 اس طرح کے علاج کے مبادیہ کے وہ اصول بیان کر رہی ہیں۔ (۱) مصلحت سے (۲) ان مصلحت نامہ مصلحت سے
 اور (۳) اس کے لئے جو مصلحتیں ہیں۔ (۴) ان مصلحتوں کو جس طرح سے آزاد ہونے کے لئے اس کے مبادیہ کے
 ہے کہ وہ خود ان مصلحتوں کو آزاد کرانے کے لئے وہی چیز کرنا چاہئے جو ان مصلحتوں کو آزاد کرانے کے لئے درکار ہے۔

Coplestone, Critical History of Philosophy p 360	۱
Will Durant ,History of Philosophy p 54	۲
خواجہ قزوینی، تاریخ تفسیر و تفسیر، ص ۵۰	۳
نیم احمد، سوانح علامہ کاظمی، ص ۱۱۶	۴
Poetics ۱447	۵
Paul Woodruff Aristotle on Mimesis Essays on Aristotle's poetics, ad A	۶
Rorty ۱922	۷
The World as Idea and Will vol 1 p 665	۸
دول (جس کا نام ڈیوڈ ہیل) آف آئیڈیالز، ترمیم شدہ چوتھی بار، ص ۶۶۵	۹
James Fazer Golden Bough , Abridgement , 2009 p. 398-400	۱۰
Golden Bough کے بارے میں، جیمز فیزر، کتاب، ص ۳۹۸-۴۰۰	۱۱
Poetics ۱449 b25-9	۱۲
ترجمہ واپس، ص ۳	۱۳
علامہ، ترجمہ واپس، ص ۳	۱۴
علامہ، علامہ، ترجمہ واپس، ص ۳	۱۵
پہلا، ص ۳	۱۶

- The Great transformation, 2005, p 110 .۱۶
- Stace F .۱۷
- Coplestone p 331 .۱۸
- Bosanquet History of Aesthetics p 63 .۱۹
- Richard Eldridge An Introduction to the Philosophy of Art pp 26- 31 .۲۰
- Carol Noel A Philosophy of Art 1999.p 26 .۲۱
- Sheppard Anne, Aesthetic: An Introduction to the Philosophy of Art 1997.p 16 .۲۲
- Susanne Langer, On significance in music.p 209 .۲۳
- Cf Collingwood, The Principles of Art. 1938 .۲۴
- Susanne Langer 210 .۲۵
- سوزانه لانگر: ۲۱۰ .۲۶
- لنگر سوزانه - ترجمه دکتا عارفی ۱۳۷۷ .۲۷
- Richard Eldridge p 41 .۲۸
- ریچارد ایلدریج: ۴۱ .۲۹
- Plato Symposium. trans. Alexander Nehamas and Woodruff. 1989. 210A, p 59 .۳۰
- Paul .۳۱
- Dewey Art as Experience p 151 .۳۲
- دیوی: ۱۵۱ .۳۳

زبدِ حسنِ چمنی

مکتبہ بین الاقوامی، راولپنڈی، پاکستان اسلام آباد

علامہ محمد حسین عرشی کی شاعری: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

Allama Mohammad Hussain Arshi Amratsari (1893-1985), is among the rare intellectuals and writers of 20th century known among the literary circles as immaculate poet, intellectual writer and journalist. He is regarded as authority on Allama Iqbal's philosophical and ideological work and throughout his life he had worked for the promotion of the cause and ideology of Iqbal and his work.

His rare meetings with Iqbal spread over the period from 1935 till his death in 1938 has given credence to his work and he has emerged as one of the authorities on Allama Iqbal's ideological and philosophical work.

The under review research article is an attempt to shed light on the work of Allama Mohammad Hussain Arshi Amratsari in a special perspective.

علامہ محمد حسین عرشی (1893-1985) نے خود کو کبھی شاعر سمجھا نہ رہا تھے، شاعر جیسا رنگ و سبک اختیار کیا، یا بحیثیت شاعر اس کی شخصیت میں توجہ نہ دی، وہ کبھی نہ قلم و قلم سے نہ چادر لگی، ان کا حلقہ نہ سن، نہ چاہیں سے کبھی اعتراض کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کا پہلا شعری نمبر (رد) ”رد کیا مجھے“ 1974ء میں سمر شہزاد پر آپ کی انشائیہ کا بھی وہاں سے جیسے جیسے نہ آیا تھا، یہ کتاب ان کے اصحاب اور رفقاء کی پرکھیں کوششوں سے شائع ہوئی، عرشی کا کیا فائدہ

”میں سے چھپ و جیدت سے کبھی نام نہ لیں، کبھی کہا اور نہ اسچہ و شہادہ کو شعراء کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھا۔ یہ سے بڑے نام کا قابل کم نامی کی قبولی میں مددوں کو جسے اور اسے دے دیتے ہیں۔ میں نہ قابل تو کسی کبھی اہمیت کا حامل نہیں۔“^۱

گرچہ گلِ مبارک سے علامہ عرشی سے اپنی شاعری و ادبی زندگی حضرت علامہ فیروز الدین طبرانیؒ کی نقل پر مبنی کا طعن کیا گیا،^۲ لیکن اس سبب جو کہ وہاں نے اقتدار سے، اوقالی سے، خوش فہمی اور منکلفہ سے ہی کہہ دیا، یہاں نے علامہ کی تائید میں شاعری نے فنی لوازمات کو بحیثیت اپنے ہونے سمجھ کر ہر چاہا کوہ لیتے دیکھے، یہ صرف ادبی و ادبی تائید سے اس شخص میں پورے طرین نکلتی تھے۔

بحری فوسے پریشانی کو شاعری نہ سمجھ

کہ میں ہیں محرمِ رازِ عدوان سے خندانہ^۳

مجھے دیا: یہودی سرگرم، حضرتی سے ہاں پڑی شرمی نے فی الحقیقت خیر کے متعلق میں دلدادہ اہیت رکھتے تھے اس سے مرثیہ کے اس دور کے کلام میں روپیہ ہوا، فی الحقیقت کا دم گرم معروض کا دوست حضرتی کی طرح سے مستند نگاہ آتا ہے۔ مرثیہ، مرثیہ، مرثیہ کے ہمارے "مرثیہ" بہت کمزوری 1914ء کے بعد سے "شکریات مرثیہ" سے درجہ کوئی شائع ہو رہے دشوار اس کی بہترین مثال میں جو بعد ازاں ہمارے فضل الاسلام بہت کمزوری 1975ء میں بھی اشاعت پذیر ہوئے پھر اشعار یہ ہیں:

"جب رنگہ شکستہ کر دیا عیا گماہوں نے
نہ دیکھا اپنے آنکھ میں کچھ ہم رہا ہوں نے
سوا گمنان نشوں کو آہاں بچا دکھاتا ہے
ہاں کھسکا ہوتا ہے آنکھ کی گماہوں نے
میرے اندر ہی تھا سوچو سماں میرے لئے
جلا کر داکہ کر دیا مجھے ان گرد آسوں نے"

اسی شعری اسلوب میں حکیم فیروز الدین طرغی کے چوتھے اشعار:

"کیا ہے اے دل، تیرے ذہن میں کیا ہے
کبھی سمجھ نہ آئی، تیرے کا دھماکا ہے
نہ آگاہی ہوئی آوارگی لذت سے کچھ تھوڑا
کسی پر بھی نہ دکھایا کبھی ہو کر خدا تیرے
ذہن میں خیر ہو کر آہ مجھ کو بڑا تھی میں
دھماکے رہنے کے باعث سن کر رونا تھا۔"

آغا رحمتی سے 1920ء تک کی شعری مرثیہ کے فی الحقیقت چوتھے اشعار میں آج 11 جلد طرازی کے بھی شائع ہو چکے ہیں۔
نظر آتے ہیں کہیں مرثیہ شعری اشعار سے لگاتار آ رہے۔ قدح اس میں ان کی ذیلی شعری اشعار کا مجموعہ آج بھی گلاب و قلم
اور ذہن فارسی شعر کا گہرا مطالعہ قرآن میں بدل رہا ہے، چنانچہ غلطی مرثیہ میں شائع ہے۔ شرمی میں میر طرغی کا رنگ
قدح کے ساتھ کبھی بھی ہو کہ اس کی شعری بھی فی الحقیقت آ رہے۔ ہمارے قدح میں نہ تنہا ہے۔ نہ کچھ میں نہ کچھ صاحب فہم
عربی میں اساتذہ کی بڑی بڑی کرتے تھے۔"

مرثیہ کی 1914ء کی یہ سہولت "ادبیاتی" سے طراز بہت ہے کہ وہ اس زمانے میں ادبیاتی جامعہ رہی تھا، انسانی
شاعری سے رہا تھا، تھے ہر کلام قرآن کے لیے مطبوعہ سب سے پہلے ہر شعر ہر شعر کی علامت کی نگاہ سے شاعر کی خواہش کچھ تھے
اس کی مثال دیکھیں

”مطعم سوز فم تلخ شبنمِ عربہ!
 اندر شوقِ بزمی در تاجانِ عربہ!
 اندر فراخِ پناہی خاکانِ عربہ!
 اندر اہلقتِ دہرہ جہانِ عربہ!
 اپنے شیدا کی طرف چشمِ زخم ہو چلے
 سے تاثر سے نہ جامِ ظلم ہو چلے
 نما میں آتا ہے گردِ دل کھل کر فریادِ کروں
 سوزِ دل کاش کروں شکوہ بھلا کروں
 آج وہ رو کے دل غمزدہ کو شد کروں
 ہاں تھی طرزِ کوئی رونے کی لہجہ کروں
 منزلِ شوق ہے ہر پارے سے جہل میں
 دھڑک رہا کوئی ہے کیا جہل میں“

ادھر یہ کافی کر رہے ہیں مگر عاصم عقی کے بڑا ہی شاعری ”جاگ رہا“ کے لہجے کی بازگشت ہے، ان کے مطابق
 ”عاصم عقی نے اس ... میں شاعری کا اہم کر جب عاصم عقی کی ”جاگ رہا“ کے لہجے سے چھوڑے بغیر وہ
 چکا کا رہا تھا۔ یہ ایک تاریخی جوہر ہے جو غالب اور صوفی روایت کی صورت میں گرائی ہوئی ہے لہذا سے
 عاصم عقی کی ہر اس جدت میں ایک نئی صوفی روایت ہے۔ عاصم عقی کی شاعری میں یہ ہے کہ ان کے لہجے کی پشت
 معلوم ہوئی ہے مگر جبکہ ان کے لہجے میں بہت نمایاں ہے، مگر ابہر کی ہے“

13 مئی 1920ء کو عاصم عقی کا شعر ”مکتوبِ تازہ“ نے نئے روزِ رسد میں عقی ہر صوفی کی نظم کی اہمیت
 کا اظہار کیا۔ شاعری اور شاعری کی اہمیت کے حاملے سے ایک اہم سوئی ہوئی روایت دکھائی ہے جس نے عقی کی شخصیت اور شاعری سے
 پانچ سو سال پہلے کی شاعری اور شاعری کی اہمیت کے حاملے میں مثال کر کے عاصم عقی کی ہر اس جدت میں ایک نئی صوفی روایت
 ہے کہ ان کے لہجے میں عاصم عقی کی شاعری کی اہمیت کے حاملے میں صوفی نظامِ مسلط کا کہنا ہے

”مکتوبِ تازہ“ کا شاعر عاصم عقی کا شعر ”مکتوبِ تازہ“ میں عاصم عقی کی شاعری کی اہمیت کے حاملے میں صوفی نظامِ مسلط کا کہنا ہے
 ہے کہ ... ہے شرفِ شاعری صاحبِ قلم کا ہے کہ عاصم عقی نے ان کو اپنے کلام میں صوفی نظامِ مسلط کا کہنا ہے

”مکتوبِ تازہ“ کا شاعر عاصم عقی کا شعر ”مکتوبِ تازہ“ میں عاصم عقی کی شاعری کی اہمیت کے حاملے میں صوفی نظامِ مسلط کا کہنا ہے
 عاصم عقی کا شعر ”مکتوبِ تازہ“ میں عاصم عقی کی شاعری کی اہمیت کے حاملے میں صوفی نظامِ مسلط کا کہنا ہے

”مہندو“ ”مہلو“ ”مہرو“

خوب آنکھ میں جگہ و گل کر
 قوم کو ہلا کر خود نہ مرا
 سچے انجام سے نہ رہ سہ لدا
 فرد تم کو سر نہیں آتی
 سر پہ دشمن کھڑا ہے گا ملک
 موت نے ماہرں چار طرف
 کھوئے تھے علم و یوں ک شرف
 دولت مند ر سے تھک
 فرد تم کو سر نہیں آتی“

”سر پہ سب“ ”فردی روز“ میں حاضر مہرئی کی شکاری تہذیب میں اعلیٰ کھائی ایک خوردہ طبقہ نے جیسے پانی ن مدح معلوم ہوتا ہے جس سے پانی نے ایک وقت لائی دوسرے ہیں اس میں تھوہیں تخت رسوں متبول ہوا، یہم قابل سے تین جہوں کوہ کر رہیں دیکھتے ہی جڑ معلوم ہوتا ہے۔ اس کی جھیلیں۔

تصوف

۱۔ مہاں اللہ ۲۰ اللہ ۲۰
 ۲۔ چاہا اللہ ۲۰ اللہ ۲۰
 ۳۔ تچہ ۲۰ در تچہ ۲۰ دور ۲۰ شب
 ۴۔ راول اللہ ۲۰ اللہ ۲۰

۳۔ نصرت شریف

”مرد“ ”میر“ و ”چہ“ ”آہ“ ”تیرا“ ”اے“
 ”میری“ ”کراں“ ”میں“ ”وہ“ ”بہار“ ”تیرا“ ”اے“
 ”عادت“ ”مگر“ ”یہ“ ”سہ“ ”اقتدار“ ”تیرا“ ”اے“
 ”میری“ ”میں“ ”میری“ ”آرزو“ ”میری“ ”تسلی“
 ”مرا“ ”پاکستان“ ”مرا“ ”اقتدار“ ”تیرا“ ”اے“

173

اس دوران گجرات کی تائب عمل کا شعلہ جس کا موزی ہر جیرو کرے ۱۹۸۶ میں پھل شہر کھیں ۔ کابو شہر
 دھیں کے نام سے کھیں کاکھو کاکھو اس واقعہ میں جیو کاکھو اس واقعہ کی تائب نے کاکھو کاکھو

1979ء کو کہیں ڈیجیٹل ہسٹری ٹیپ "کلچرل سٹڈیز" کے لئے لکھی "ہسٹریٹس اور سٹڈیز" میں شائع ہوئی۔
 محض ماہ کاوش ہے۔ یعنی Texts کا کام نہیں ملتا۔ مضمین "عزیزین سے محققین" سے متاثر ہے۔ فوڈ ڈاکٹر سید احمد قلی شاہ
 حرج کے ایک باب سے آؤں گے۔ مگر وہ شہر میں "ثقافتی تاریخ Cultural history" کا ایک باب، اور عبدالحکیم صاحب
 14ء اور 15ء کی "19ء" کا ایک باب ہے، جس میں "ثقافتی تاریخ" اور "ثقافتی تاریخ" کے بارے میں مضمین کو کر دیکھ لیں۔
 ڈاکٹر شہر میں "ثقافتی تاریخ" کے بارے میں اور "ثقافتی تاریخ" کے بارے میں مضمین کو کر دیکھ لیں۔

شاہجہاں نے جس پر ہاتھ کرنا، احمدی تہذیب کو ربا کی حیثیت دینے کی قبولیت، اے کلمہ کی اس جہان پر کھانے کا حال کیا، ان چیزیں اور جو بنے اپنے لئے، علی اور ابوبکر کی لوگوں نے ساتھ Share کیا۔ میں نے اس پر ہاتھ کرنا اور ملک کو خوشوں سے میں شاہجہاں کا ایک ایسا مقصد جو خوشی سے مقصد میں ہے۔

[illegible][illegible]

☆ سوئی راتیں تھکے ہیں : ان صاحب دے چہیں آں

رہے مشق، اس کی دانتا، دھماگہ ویں تال چاہیے

۱۶۔ واسطہ ہنسی چل نہیں

[illegible]

- | | | |
|---|--------------------------------|-----------------------------|
| 1 | محمد یحیٰی رحیمین (تالیف) | ۱۰ سالہ سونے کے دیوانہ ۱۹۴۲ |
| 2 | حسین رحیم دہلوی (تالیف) | یہ فیروز چار سنگہ ۱۹۶۷ |
| 3 | کاظم شاہ حسین (تالیف) | میں شاہ حسین ۱۹۶۶ |
| 4 | گلاب شاہ حسین (تالیف) | اُس پر یہ خون ۱۹۷۹ |
| 5 | کاظم شاہ حسین (تالیف) | محمد آصف شاہ ۱۹۸۸ |
| 6 | ولین شاہ حسین شاہد ابوبکر رحیم | میر محمد بخش ۱۹۶۱ |
| 7 | علامہ حفصہ رحیم دہلوی (تالیف) | مفتوحہ قلب ۲۰۰۳ |

[illegible]

کافی فیبر 3

- [illegible]

کالی نمبر 3/2، دوسرا شمارہ بھی پڑھا، اتفاقاً ممبرین نے سوائے لاٹری سید جری احمد کے چوں نقل کیا ہے ”توں تارڑو گندی دلی اہیں

کالی نمبر 40

40/3 میں ڈاکٹر سوہنی لکھتے ہیں کہ "پیارے" کا لفظ کیا ہے۔ میں نے بتایا یہ ہماری منکب
 حور کے معنی ہے، لیکن ہماری منکب سے یہ لفظ لے کر کی منکب مگر چاروں لکھنے سے ہم نے صرف ایک ہی منکب لکھ دیا ہے۔
 منکب سے یہ لفظ لے کر کی منکب مگر چاروں لکھنے سے ہم نے صرف ایک ہی منکب لکھ دیا ہے۔

کالی نمبر 41

41/2 کوڈنگز میں دیکھا کہ لے کر منکب قیام تک سوائے ڈاکٹر سوہنی کے کسی اور منکب لکھا گیا ہے۔

"لکھو کہ منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے"

منکب سے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے
 منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے

"لکھو کہ منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے"

کالی نمبر 42

اس کالی میں منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے
 منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے
 منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے

کالی نمبر 43

43/4 میں دیکھا کہ لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے

"لکھو کہ منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے"

منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے
 منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے
 منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے

کالی نمبر 44

44/5 میں دیکھا کہ لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے
 منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے

منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے منکب لکھ دیا گیا ہے

دوسرے نام سے تو "۳۰" اور "۳۰" کی جہ سے تین لکھا ہوا ہے۔ شاہ حسین کے لسانی شعری کتابوں کے نقل نمبر "۳۰" اور "۳۱" دونوں یکساں لگتے ہیں۔

تین ناموں پر مبنی ہوئی۔۔۔

تو مبنی پر مبنی ہوئی۔

44/7 کی پہلی سواک کتابوں میں کے حسین فتح گرائی ہے۔ اس سے پہلے "۳۰" اور "۳۱" کا نام ہی مضمون کے قسمل اور نمبر بھی اور آخری مصرع پر مبنی ہوئی تو ڈاکٹر زمر احمد کاستی اگر "۳۰" اور "۳۱" کا نام ہی مبنی ہوئی تو یہ واضح نہیں ہے۔

"کے حسین فتح گرائی" وہ نہ ہوا ہے یہ وہاں

سواک میں مبنی آپ لائی دیکھ اور چاقی آئے ہوا

کالی نمبر 45:

45/2 میں پہلے نمبر سے کے پہلے مصرعے میں "۳۰" اضافی اور لائق ہو سکتا ہے اسے بتا دیا تو مصرعہ خود بخود برقرار رہا۔
تو سلطان مجھ کچھ سزا دے مبنی ہوئی ہو

کالی نمبر 46:

46/1 کو ڈاکٹر مبنی حکم سے سب نے لیا اور لیا ہے

جہاں دیکھو تھاں کٹ ہے کہوں نہ بچ سکیں

جہد ہوا ہے "کو مبنی" و پانچ مبنی ہوئے ہیں۔ وہاں مگر اس شعری کتاب میں شعرا میں فرق ہے ۳۰ ہے مبنی
۳۰ اور مبنی نے فرق مبنی میں جڑ ہے فرق و مبنی کرتے

کالی نمبر 47:

47/4 نام طور پر نقل کر دے شعراں طرہ ہے

"کو مبنی ہوئی انہوں کتابوں لائی اڑی کیا ہے"

ڈاکٹر مبنی حکم اور مبنی شاہ حسین والے نسخے میں

"کو مبنی ہوئی انہوں کتابوں لائی اڑی کیا ہے" وہ لکھا ہے۔

ڈاکٹر زمر احمد نے اس شعر کو لیا ہے

"کو مبنی ہوئی انہوں کتابوں لائی اڑی کیا ہے"

سہو سہو بہت اڑھٹے اور مٹی، مانتا کر میں تہ سب ہے۔

کالی نمبر 57:

57/1 تمام ستروں میں میں استغاثی جانا کھسی گئی ہے۔

روا سے میں ہال چھوٹا کڑا ٹھنڈا ہوا سر تھا

اس پہلے شعر میں "استغاثی" سے بددی قیاسوں کی بات ہے "معلوم ہوتا ہے کہ سارا ہاں چھپنے سے نہیں جادہ گھٹانے سے
گھرا ہوا اس شعر کے حوالے سے (آئندہ تحریر) کا مضمون زیادہ قابلِ ملاحظہ ہے۔

مرد سے میں نے لی گولی تو ان ٹھنڈی ہڈیاں مائی

کالی نمبر 58:

58/1 "ہمیں جن میسوں میں میں ہوں محمد" میں "یا جمیل" کو "چو" کر دینے سے شعر کی نیچائی بڑھ جاتی ہے۔ ۲ سے ۱

طریقہ سے سب کو میں نے، مجھوں "تکھ ہوا ہے

58/3 "وقف نہاد" سے میں ٹھنڈے گئے ہے۔ "ان دیوں" سے "میں دیوں" سے "مخفی ہوئے" "ان دیوں" سے "نہاد" سے
موانع ٹکھ دیوں "ان دیوں" سے "میں دیوں" سے "میں دیوں" سے "نہاد" سے "نہاد" سے "نہاد" سے
نہاد ہوئے، "ان دیوں" سے "میں دیوں" سے "نہاد" سے "نہاد" سے "نہاد" سے "نہاد" سے

تق دیوں میں دیوں تق سے "میں دیوں" سے "نہاد" سے "نہاد" سے "نہاد" سے

کالی نمبر 61:

61/1 "میں کیا" کو "ایک" کر دینا "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے

کے لئے "میں کیا" کو "ایک" کر دینا "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے

میں سے اس کٹائی میں "میں کیا" کو "ایک" کر دینا "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے
"میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے
میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے

کالی نمبر 62:

62/3 کو "اک" کو "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے

"میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے

میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے

میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے "میں کیا" سے

میرے مکن مراد لکھنا سناں مراد ہاں تیرے چہ ۱۱

ڈاکٹر نے میرے ”مکن مراد“ میں اس شعر کا تفسیر دیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ شعر میری مجموعی فکر کو سنا کر ہے۔

میرے مکن مراد اپنی سناں مراد ہاں تیرے چہ ۱۱

”مکن مراد“ کے معنی میں مکن ہے یہ شعر ”مکن مراد“ کے ”مکن“ کا جو قرآنی میں مراد کے ”مکن“ کے مراد ہے اس مراد

سے اس سناں مراد کا تپ نے لکھتے ہیں کہ ”مکن“ کے ”مکن“ کو مراد کر دیا گیا۔

کالی نمبر 77:

اس کالی کی استقامت کمر و کمر میں کچھ اس طرح ہٹا کی گئی ہے۔

کمر و کمر میں کچھ اس طرح ہٹا کی گئی ہے

”کمر و کمر“ کو ”کمر و کمر“ کے معنی میں لکھتے ہیں کہ ”کمر و کمر“ کے معنی میں لکھتے ہیں کہ ”کمر و کمر“ کے

”کمر و کمر“

77 میں ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

کالی نمبر 78:

78.1 ڈاکٹر نے میرے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

78.2 ڈاکٹر نے میرے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے ”کمر و کمر“ کے

کالی نمبر 89

وہاں پہنچے یعنی سنے آکاپ میں راہیں دے دتی تھیں۔ وہاں کھڑے رہے۔ وہاں کی صحت یاد
آکر اکیلا ہو سکا ہے۔

89.2 کو کہتے ہیں کہ وہاں کھڑے رہے۔ نہ کسی آستانہ میں غلام کیا بخود چلی وہاں پہنچ دتی گئی۔ کتابوں میں وہاں
دیا ہے۔

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال
نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال
نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال
نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

89.3 کو کہتے ہیں کہ وہاں کھڑے رہے۔ نہ کسی آستانہ میں غلام کیا بخود چلی وہاں پہنچ دتی گئی۔ کتابوں میں وہاں
دیا ہے۔

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

کالی نمبر 90:

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

نہ اس میں تیرے دامن سے کیا کیا بخود دالی دال

پارسا نے میں پر تیرا مات موئے بھٹی	(ذکر مونس تھو دجہ)
چہ داسز تو نیم حیات موت موئے بھٹی	(اصف خان)
چہ داسز تو نے چہ تیرا مات موئے بھٹی	(عبدالغنی بھٹی)
چہ داسز تو نے ہم دو مات موئے بھٹی	(اکبر جگر)
چہ داسز تو تھوٹس پر تیرا مات موئے بھٹی	(ظہور نقب)

شعر کوئی ہے ہر منظر میں شوقِ مونسِ ہر مضمونِ رُخ پر رنگ کر، کیسے اس کی مکانِ فطرت میں نکل سکتی ہے۔

چہ داسز تو نے چہ تیرا مات موئے بھٹی

کالی نمبر 107

107/1 "ک شاہ اک دلہی اک سرخ اک چہ" کبیر شعر ہے۔

۱۔ سرخ نہ لکھنے اس مصرع کو "ک شاہ اک دلہی اک سرخ اک چہ" یا سوا ہے۔

کالی نمبر 109

109/2 راجن مینڈا دے میں ۲ جن دلی کورن میں علی آدے لکھا (اکبر مہین گھر)

د۔ مونس گھر دلیانہ کے متن میں ایک طرح کی بے رحمی ہے

د۔ سرخ لکھنے کے متن میں بھی ایک طرح کا غم ہے "ک شاہ اک دلہی اک سرخ اک چہ"

راجن مینڈا میں راجن مینڈا کورن میں علی آدے لکھا

ظہور نقب نے کالی نمبر 109 لکھا ہے

راجن مینڈا میں راجن مینڈا کورن میں علی آدے لکھا

کالی نمبر 110

اس کالی کی اختتامی میں "یہ وہ" لکھا ہے۔ مطلب اور مفہم یہ ہے کہ بڑے لوگوں کے ہر منہ جھوٹ۔

بڑی بڑی بریال دے لکھا اسی بریال دے لکھا

بڑی کوئی نہ لکھا دے لکھا

انگریز کے اسم ہے "یہ وہ" لکھا ہے جو سرور کی ترکیب ہے۔ چوٹی کالی "ڈرگٹ" (Allusions) اصطلاح اور اصطلاحات سے
 نثری سوتلی ہے۔ مضمون کو Subvert لکھا ہے۔ شام و ظہور کا بدقصدی نے رتھ لکھا لکھا تھا، چوٹی کے لکھا "بڑی" سے ملکہ
 ڈکٹ برور ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ "میں نے اپنے ہونٹوں پر وہ پھیر لیا ہے کہ" 1107 (ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنے ہونٹوں پر اس قدر پھیر لیا ہے کہ)

[illegible]

اس طرحی رشتہ میں میں نہیں اذکار ہے۔ ڈاکٹر کوئی حکم دیتا ہے اسے "پھر کرسٹ تھریڈ" سے شروع کیا ہے
 مگر تو دیکھو اس کا نتیجہ ہم آواز ہیں۔
 چنانچہ کرسٹ تھریڈوں
 عملی طور پر میں کو "پایا" کا ہی توں چھٹا کا دی
 اس کا مطلب سمجھیں دے گا وہی
 بھی ترجیح نظر آئے کہ کھول میں نقل ہوئی ہے۔
 یہ درکار کا تو یہ تو نہیں سمجھو کہ بعض میں لڑنے کا تھا۔ لڑنے سے لئے میں بن جاتا ہے۔ یہ کالی شیشیں بن
 پائے کا کالو میں سے ہے جس میں متن کے اصطلاح سے سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ مگر وہ تو یہ ہے کہ وہ جو لڑشیں بن رہا ہے
 تو یہ بہت دوروں میں نظر آئے گی اور بہت ہی کچھ کر سکتے ہیں کہ ان کا کالی۔

بہارِ گن مت پتھروں محکمہ (نہ ہوا) اپنا کمپوز

کامیابیوں پہلے کام دی

۳۰ لید کا مسئلہ مگر جوں کا توں ہی رہا

ڈاکٹر خدیجہ احمد نے استحقاق کو اترے سے ایک دو نہیں سمجھ کر مشن کی کچھ اصطلاحات ہو گئی

جنگ و سر کی کالی

دو کلاؤں کے انکسار سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے درمیان کی پیمائش غلط ہے۔

کافی نمبر 119:

وہ طاعونِ اہم نے جسے جسوں نے لاکھوں قتل کیا ہے

سب متیرے شہینوں کا گھونٹ لکھتا ہے۔

قصہ: بقیہ کا مشن تھی، علامہؒ نے حوالے سے بہتر ہے۔

اس کوئی نیا سہلی میں "نور" اور ایک جڑی بوٹی "کھمبہ شاد حسین" میں ان سے ہوا ہے۔ "نور" بھی شاد حسین سے
 محمد کا قاضی ہے مگر گمان غالب ہے کہ اس کا تعلق گزشتہ دور سے ہے۔ ان کا دور کہ ان کا مکانی حوالے سے یہ
 شہر کو ایک نیا رخ دیتا ہے۔

میں اُٹھتا ہے اور وہاں اس طرح دیکھتا ہے کہ

120/2 کوڑا کٹر بڑے احمد نے چوں کیا

قاضی ملا بخش دہلوی سے سہ ماہیوں شروع ہو کر دس چھ ماہ

میراث جتنی مطلوب نہیں کہ۔ ہاں شریعت ہمارا ہاتھ اٹکے صریح ہے جو ہمارے موانع کی روش میں اس فقرہ کا ذکر ہو ہی سکتا ہے مثنیٰ کے تحت ہی روایت کرنا چاہیے۔

کاشی لاکھنؤ دہلی نے کھڑے سچے نئے رول دیں دے

شخص کے لئے ہمارے

بجیل کو، امر وین ٹکڑے، صدمہ ان گلیں شل نہیں دے سکتے تھے۔ آگ لگی ماسے آگ لگی یہ حال سامنے ہے آگ
 نے جگہ کی تھی ڈاکٹر خیر احمد والے الحجاب میں درج اول صوبہ میں رہا گیا ہے۔

”سجھ میں چلائی میں سوئی مسرہ کو راہی گردتا ہے۔

”سجھوں (سجھو) اہل سوئی جن میں چلائی

ڈاکٹر ڈی اچ کے طنز میں اکی طرف کھا ہوا ہے ”سوئی“ کی جگہ ”سوائی“ ہے

123/3 میں ”تھے“ کو دہرا کر اچھ نے ”تھے“ کو تین میں جاں دلی دن شعر میں برائی نہ شادی محسوس ہونے لگی ہے۔

ویح عاتل میرا پہلا پہلانا ”تھے“ کو پہلا ہے

دہرا ہونے کے تین میں اس شعر نے پہلے میں سوئی کی الفاظ کا احساس ہوا ہے ”ڈاکٹر“ اور ”آگے“ ہوں لا ذکر کیا گئے ہیں جو جہاز سے نکلتے ہیں۔

”چلائی“ ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

123/4 مختلف لڑکوں میں یہ شعر درج نہیں ہے۔

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

دہرا ہونے کے تین میں اس شعر نے پہلے میں سوئی کی الفاظ کا احساس ہوا ہے ”ڈاکٹر“ اور ”آگے“ ہوں لا ذکر کیا گئے ہیں جو جہاز سے نکلتے ہیں۔

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

کالی نمبر 124

124/3 یہ شعر کلکوں میں جاں دلیا گیا ہے۔

سجھ میرا پہلا پہلانا ”تھے“ کو پہلا ہے

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

کے حسین فقیر زمانہ ”دوست ملائی“ (ڈاکٹر) ”سجھ میرا پہلا پہلانا“ ”تھے“ کو پہلا ہے

نہ تھا، اور بڑا دوسرا بچہ نہ تھا۔

۱24/4: اس شعر کا محض ایک سو سوں شعر، پھر وہی جیسے قصود، راقب سے اس بحرِ کمال میں رہتا ہے، لایح کا لڑکی بھی ۱۰

ہو جاتا ہے۔

ہو نہاں موندوں بکلی قہ کا کہ پلے پئی

کال نمبر 125

اجمال میں میری بایں امانی معلوم ہوتا ہے۔ شعر "ہاں" سے شروع ہوتا ہے، مگر وہ کہہ رہا ہے۔

دل رانجیوں دانے

125/4: کہیں تک یہ شعر نہیں دیکھ گیا ہے۔

وہ جس بحر میں دہج چلے دے پڑاں ہر دہج، سے نہ دے (نہ کہہ سکتی تھی آصف خاں)

وہ جس دہج میں چلے دے پڑاں ہر دہج، سے نہ دے (عبدالغنی کھلی)

اتھروں میں چلے دے پڑاں ہر دہج، سے نہ دے (قصود راقب)

قصود، راقب، ہر دہج، یہ انہوں نے اساتذہ حرمت میں ہے، اگر یہ فاضلین کا ۱۰۰ جائزہ شعر وادہ غم مر رہے ۱۰۱ ہے اور نہ لکھ "اے دہج، جس بھی گل جھٹکے ہیں۔"

ماں جس دہج میں چلے دے پڑاں ہر دہج، سے نہ دے

125/5: میں "راہجوں سے کہہ دے" کی جیسے، راہجوں سے کہہ دے، امانی ہر دہج میں چلے دے پڑاں ہر دہج، سے نہ دے

قصود، راقب سے اپنے لفظ میں "کت دیکھتے" انہی علی سے

کال نمبر 126

"لی" وہاں کا حصہ بننا ہے، جیسے "سے" سے پہلے لکھا گیا ہے، جیسا کہ "دکتر ذریعہ کی دہج سے جس لکھ دو جو" میں دیکھ سکتے ہیں، "سے" کوئی کا "دہج" کے لکھ سکتے ہیں، "دہج" سے لکھ سکتے ہیں، "دہج" سے لکھ سکتے ہیں۔

انی:

سکھائی میں نہ کہی کدی ہی

کال نمبر 128

اجمال میں میری بایں امانی معلوم ہوتا ہے، "سے" سے پہلے لکھا گیا ہے، جیسا کہ "دکتر ذریعہ کی دہج سے جس لکھ دو جو" میں دیکھ سکتے ہیں، "سے" کوئی کا "دہج" کے لکھ سکتے ہیں، "دہج" سے لکھ سکتے ہیں، "دہج" سے لکھ سکتے ہیں۔

پہلے میرا "دہج" لکھ سکتے ہیں

تصویر نقیب سے عجب دیکھا ہے

پاؤں سے دوڑ کر ہوئی تھوڑے کے دروں

پاؤں سے دوڑ کر ہوئی تھوڑے کے دروں

عجب تھوڑی باتیں تمام آوازوں سے مل جاتی ہے

28.4: "میری" سمجھیں باپس میں دلی دہرا، لیکن کچھ میری کبھی لکھنے سے شعروہ بھی ہر مہوکی ہر وہ طوں کا گزار

کچھ ہے۔ ڈاکٹر ڈاکٹر اہم کے مضمون میں "میری" نہیں ہے۔ میری مضمون میں "میری" کے علاوہ کی لکھی کو کڑوا کرتی ہے۔

سمجھیں باپس میں دلی دہرا، لیکن کچھ میری

کافی نمبر 129

استثنائی غلبہ کیوں میں ذرا سے بچے کے اختلاف کے ساتھ غلبہ ہے؟

اگر یہ دیکھ رہے ہیں، تو میں دیکھ رہا ہوں؟ (۱) سرگرمی سے لکھ رہا ہوں؟

اگر یہ دیکھ رہے ہیں، تو میں دیکھ رہا ہوں؟ (۲) آصف میں خود غلبہ ہے؟

اگر یہ دیکھ رہے ہیں، تو میں دیکھ رہا ہوں؟ (۳) عہد میری ہے؟

اگر یہ دیکھ رہے ہیں، تو میں دیکھ رہا ہوں؟ (۴) عہد میری ہے؟

۱: سرگرمی سے لکھ رہا ہوں؟ میں دیکھ رہا ہوں؟ (۱) عہد میری ہے؟

ہے یہ شعروہ میں غلبہ سے لکھ رہا ہوں؟

دیکھ رہے ہیں، تو میں دیکھ رہا ہوں؟

میر میں وقت ہے، میں "میری" سے لکھ رہا ہوں؟ میں دیکھ رہا ہوں؟

مطلب کے خلاف ہے۔ "میری" میں دیکھ رہا ہوں؟ میں دیکھ رہا ہوں؟

کافی نمبر 130

میں ایک شعر

میں دیکھ رہا ہوں؟ میں دیکھ رہا ہوں؟

میں دیکھ رہا ہوں؟ میں دیکھ رہا ہوں؟

اگر یہ دیکھ رہے ہیں، تو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں دیکھ رہا ہوں؟

اگر یہ دیکھ رہے ہیں، تو میں دیکھ رہا ہوں؟

اگر یہ دیکھ رہے ہیں، تو میں دیکھ رہا ہوں؟

۵۷

تر نیک سے سمجھوں وہ پہلا شعر کائنات ہے، دوسرے شعر میں جہاں موت کا ذکر نہ ہوا، شہری دھواں اور سستی پھیلاؤ کے
سجھنے سے وہ 'جہاں' اور اہلکائی 'معلوم ہوتے ہیں' وہ 'جہاں' کے سماج کے بغیر شعر دیکھیں

اک ہمیری کھڑکیاں دھلائی
ہاتھوں کا جام لے چلے کئی جگہ دہری

دیکھتے ہیں وہ 'جہاں' ہے۔ ایک شعر میں بھی 'قون' 'ہاتھوں سے' 'شہر' 'قون' سے بغیر ہوا ہوا
اور پاز ناچھڑ گیا ہے۔

لوہی تجر چھوڑ دے توں کوکھیں
مہر لائی یاد کر میرا دن قدیمی

کالی نمبر 131

اس کالی نے تیرے شعر و سخن کو توں میں

اس وجہ سے توں کوں دھواں نے نہ یہ کتب ہے حال

توں کوں دھواں ہے، عزم و جہت خود آواز ہے

اس قسم سے سخن کو قصود و قب سے ذرا سی اہلکائی، شمش سے صرف غائب ہو گیا ہے
پتہ شعر میں سوچے، سرشاری بڑھائی ہے۔

اس دن سے اسے توں کوں دھواں ہے، دھوئے کتب ہے حال

توں کوں دھواں ہے، عزم و جہت خود آواز ہے

اسی کالی کا آخری شعر 'دیکھو توں کوں' کے سخن کے مطابق جسے کچھ دھواں ہے دوسرے کتب نے بھی اس طرح لکھا ہے۔
چند دنوں کوں چھوڑے، کی وجہ سے جہاں چھوڑا ہے۔ توں کوں کر دیکھو شعر 'شہر' سے تم آہستہ ہو جاتے۔

اس دن سے وہی کالی کالی دھواں ہے

کے کتب میں 'دھواں' جہاں کالیوں دھواں ہے

آہستہ خان قصود و قب سے توں کوں دھواں ہے، دھوئے کتب ہے حال

کالی نمبر 132

132/4 ڈاکٹر سوہن گلو دھواں دار آہستہ خان کا مکتوب ہے

ابھل دیباں تارو ہریان شہ کدلی میں کھوے

محمود قصب نے ”میں“ کا لہجہ ہے جو شاہ شمس الدین لسانی نے اپنا لہجہ اور کلمت ”قصبی“ سے اکتفا ہے۔
 انہیں مدیاں تارہ ہر خیال، کدھی رقی کھلوئے

کالی نمبر 134

134/2: دینے والے توں دینے والا، بچاؤں گئی مٹی (ڈاکٹر مومن سنگھ، آصف خان، محمود قصب)
 ڈاکٹر خیر احمد نے شعر میں شہ سنی اسلوب کے پیش نظر بنگل Mending لیا ہے۔
 دینے والاں دینے والا، بچاؤں گئی مٹی
 134/3: میں بھی (ڈاکٹر خیر احمد کا تین شہ مسمیٰ کے اسلوب کے مطابق لکھا ہے۔
 میں شہ نہ دینے والے ہمدی جی تھی
 ”سراسر“ کی نسبت ”میں“ کا لہجہ لسانی وچوہ سے زیادہ قریب ہے۔

کالی نمبر 137

”احتمال کی نسبت“ انگریزوں کے لکھے گئے متن سے مطابقت رکھتا ہے
 اگر چھوڑا میں نے بچا ہمدی جی دھل مٹائے

کالی نمبر 138

138/3: ڈاکٹر مومن سنگھ والے متن پر علی محمد سرگودھا کا چاہیے
 لوگ کون کون کی عمر دے ڈالیں جن دنوں بھی آں
 ڈاکٹر خیر احمد نے شعر میں لکھا ہے۔
 لوگ کون کون کی عمر دے ڈالیں جن دنوں بھی آں

کالی نمبر 139

تیرے شعر میں ”نہ خیر احمد سے“ ”دنی کا“ ”آپ بھی“ ”آپ سے“ جو اسلوب کی مناسبت نہیں کر دیتے ہے، اور ہر لکھتا ہے۔
 مدنی بیکار غنائی کھائے زہری دھنوں دھنوں
 ڈوٹی کھینچا دے گل دھنوں کھانے کر دھواں

کالی نمبر 146

146/4: جنی کھانا سوسل ڈھنوں شکل بھی لکھیں
 ڈاکٹر خیر احمد کے متن کے مطابق ”جن“ ”وہ“ ”کھنچا“ ”تیرے“ ”خیر احمد“ کے لفظی لفظی ہیں۔

کالی نمبر 156

156/2: ”میں“ دینے والوں کی توں سوسل ڈھنوں دھنوں

ڈاکٹر جبرہ نے اپنے مضمون میں "ایمر" کی جگہ "وکیل" لکھا تھا ہے۔

"ایمر" لفظ مناسب ہے یہ کافی خوب لفظ عربی و فارسی کی اس واسطے کہ 974 (تقریباً 1804) سے نقل کی گئی ہے۔

کافی نمبر 161

161/3 اس قسم کی تحصیل ملک ضلعوں میں ہوتا ہے۔

قرضائی دیکھو دکن کی یہاں ہندو علاقے میں دی گئی

دیوید ہولڈی (میرا لکھنؤ)

قرضائی دکن کی یہاں ہولڈی (ڈاکٹر جبرہ)

یہ علاقہ ڈاکٹر ہولڈی کی "ریڈیو ہولڈی" (تقریباً 1804)

"قرضائی" کی یہاں "ڈاکٹر ہولڈی" دیکھو دکن کی یہاں ہولڈی (ڈاکٹر جبرہ) 152 میں ہرے پتوں و ساق
سے ۲۲ جہاں سے

یہ علاقہ ڈاکٹر ہولڈی کی "ریڈیو ہولڈی" دیکھو دکن کی یہاں ہولڈی (ڈاکٹر جبرہ) 152 میں ہرے پتوں و ساق
سے ۲۲ جہاں سے

"یہاں" میں ہولڈی کی "ریڈیو ہولڈی" دیکھو دکن کی یہاں ہولڈی (ڈاکٹر جبرہ) 152 میں ہرے پتوں و ساق
سے ۲۲ جہاں سے

یہ علاقہ ڈاکٹر ہولڈی کی "ریڈیو ہولڈی" دیکھو دکن کی یہاں ہولڈی (ڈاکٹر جبرہ) 152 میں ہرے پتوں و ساق
سے ۲۲ جہاں سے

161/5 میں "ڈاکٹر ہولڈی" دیکھو دکن کی یہاں ہولڈی (ڈاکٹر جبرہ) 152 میں ہرے پتوں و ساق
سے ۲۲ جہاں سے

یہ علاقہ ڈاکٹر ہولڈی کی "ریڈیو ہولڈی" دیکھو دکن کی یہاں ہولڈی (ڈاکٹر جبرہ) 152 میں ہرے پتوں و ساق
سے ۲۲ جہاں سے

کافی نمبر 162

162/2 "حسن" کی یہاں ہولڈی کی "ریڈیو ہولڈی" دیکھو دکن کی یہاں ہولڈی (ڈاکٹر جبرہ) 152 میں ہرے پتوں و ساق
سے ۲۲ جہاں سے

کافی نمبر 163

163/3 "حسن" کی یہاں ہولڈی کی "ریڈیو ہولڈی" دیکھو دکن کی یہاں ہولڈی (ڈاکٹر جبرہ) 152 میں ہرے پتوں و ساق
سے ۲۲ جہاں سے

یہ علاقہ ڈاکٹر ہولڈی کی "ریڈیو ہولڈی" دیکھو دکن کی یہاں ہولڈی (ڈاکٹر جبرہ) 152 میں ہرے پتوں و ساق
سے ۲۲ جہاں سے

یہ علاقہ ڈاکٹر ہولڈی کی "ریڈیو ہولڈی" دیکھو دکن کی یہاں ہولڈی (ڈاکٹر جبرہ) 152 میں ہرے پتوں و ساق
سے ۲۲ جہاں سے

حوالہ جات

- 1- کیرپائی (گیت) ترجمہ ریاضی ترجمہ مراد اختر نے۔ آن لائن سائٹ۔ مئی ۲۰۰۷
- 2- Amrat Roy House Divided p- 131-2
- 3- محمد اقبال محمدی، جینٹلمن، مجید، لاہور، پاکستان، ۱۹۷۲ء، ص ۷۵
- 4- قاضی محمد، انڈیا، پاکستانی، اسٹور، فیشن ہاؤس، ص ۱۹۸۱
- 5- سلطان باجو، محمد، انڈیا، لاہور (۱۹۸۰ء) ترجمہ، قومی بک خان لاہور، ص ۴۵
- 6- سلطان، ص ۱۰، ص ۱۰، ص ۱۰
- 7- سید علی گڑھ، محمد، لاہور، پاکستان، ترجمہ، لاہور، پاکستان، ص ۷۷
- 8- محمد، لاہور، پاکستان، لاہور، پاکستان، ص ۱۲۲
9. Amrat Roy House Divided 44. 1984 Oxford University. Press
10. Butchor, Judith 1992 copy Editing The cambridge University, press
11. ibid. p-279-280
12. Hallin B. & Mason, 1-690 discourse and Translator P-337 London Longman.
13. ibid p-271
14. ibid. p-271
15. آصف، خان، دہلی، پاکستان، لاہور، پاکستان، ص ۱۲۶-۱۴۴

دکن عزیز مرزا محسن

اسٹڈنٹ پروفیسر

محمد ابرار، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

غالب کی نیرنگی اظہار اور اس کی شخصیت خطوط کے آئینے میں

In the golden tradition of Urdu poetry Mirza Ghalib is a unique poet with peculiar qualities. His poetic expression is believed usually complex and difficult. Not only poetry but modern Urdu prose also owes much to him. Though he was not a founder of Urdu prose but when in mid 19th century he chose to write Urdu prose in the form of letters he took the entire project by storm. Not that there was no prose model before Ghalib but that it was pompous in style and its ceremonial elegance and splendor was the standard that was mostly used. It was this "prosae" ambience in which Ghalib began to write his letters introducing an unmatched prose style. His letters gave foundation to easy and popular Urdu prose. Before Ghalib, letter writing in Urdu was highly ornamental. He made his letters "talk" as if he were conversing with the reader.

This article tries to explore the underneath reasons how Ghalib, so complex in his poetry, was able to write such a plain, simple and explicit Urdu prose, and how his persona took two shapes and expressed itself in two entirely different ways?

غالب نے اردو خطوط میں نئے معیار و اسلوب کا سب سے مستند نمونہ پیش کیا۔ جتنوں کا اس اور چاقیابی ہے کہ یہ خطوط کا زمانہ ۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۷ء تک کا ہے، جب دکنی رنڈ کی ناکامیوں بالخصوص دکن جنگ، مراد آباد، سواتی، پٹنن اور دہلی سے لے کر اعلیٰ جیسے سبھی نے سب ان کے جنگی سوتے بکس ہوئے تھے اور دہلی اور مراد آباد میں ہوتے چارے تھے۔ یہ سب نے یہ خطوط جن میں سیاست اور فنِ پارائی، ادبی گفتگو، تعلیمی، بے تکلفی کی معروف خوبیاں پائی جاتی ہیں، ان میں سے درجہ اولہ پر جاتا ہے کہ ان سے مراد کی قدر و قیمت کی شکار ہمارے آرائی اور نگاروں کا پسینہ بے رحمی سے دھو بیٹھا۔ یہ اردو مراد کی کلنگوہ اس کا ثبوت ہے کہ ان کی ابتدا ہی سے اردو ادب سے انکار نہیں۔ ان کی حیثیت یہ ہے کہ یہ آخر غالب میں چھٹی سادہ پائی نہیں بلکہ قومی جذبہ کی بھی سے اور دوسرے یہ کہ اردو ستر کو درجہ اولہ "صاحب" سے چاک کر کے اردو مراد کی صورت کے قریب سے منظم منصوبہ کا خیال سب سے پہلے غالب نے مل دیا تھا، ہمارے انداز کی نظر سے تو ہم

نی پڑا نہ بھرا کھوسہ نہ مل کر مٹا دیا۔ اور جتنوں کے لیے کہ وقت بچ نہ جاتی ہو۔ کا کٹھن پیش کیا گیا ہے۔
 مملوکوں نے اپنی بیچ کاری کے لیے پہلو پہنچے پہلو ۱۵۵۰ کا شمار میں ہوا۔ دیکھتے ہیں کہ وہاں نہ تو یہاں مملوکوں
 سے ۸۵۰ کے قتلہ آکر پکی پوری امان لگ رہی ہے، بلکہ انکار حسین نے مملوکوں سے ایک ہاتھ کا کھنڈر دھانچ کر
 کہہ کر دیا، کہ میں نے وہاں سے ہرگز نہیں دیا، میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 کہہ کر دیا، کہ میں نے وہاں سے ہرگز نہیں دیا، میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 میری مدد کی کہ میں نے وہاں سے ہرگز نہیں دیا، میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے

قرعہ سے ہو کر یہ طالع پانچ ہوا، ۱۰۰۰ ایک ہزار تھوڑا سا میں ہرگز نہیں دیا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 کے اور میں قرعہ سے طالع پانچ ہوا، ۱۰۰۰ ایک ہزار تھوڑا سا میں ہرگز نہیں دیا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 ہزار سے ہزار دے دوست ملی تھے اور میں اس کا نہ ہوا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 ۱۵۰۰ سے ۱۵۰۰ روپے دیے، اور میں اس کا نہ ہوا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 جس سے ہے اور میں اس کا نہ ہوا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 دوست اس نے دے دیا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 ۱۰۰۰ سے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور میں اس کا نہ ہوا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے

اس قدر آکر میں نے کئی صحبتیں میں سے اپنی تھی، وہ صرف دعائی خدمت ہوا، اور اگر میں نے
 شہر سے نکل نہیں گیا۔ میرا شہر میں ہوا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 کے بیان سے کوئی بات نہیں پڑی تھی، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 سے ہونے آئے ہیں، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 ہوا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 ہے کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے

لوگوں نے کہا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 اس میں سبک دیا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 قیاس نہیں کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 جو شہر میں آیا، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے

شہر کا یہ لوگ یہاں ہے، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 اناج ہوا ہے، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے
 دکانیں مولیاں دھائی جائیں گی، کہ میں نے اپنے لیے ۱۰۰۰ روپے دیے، اور انہوں نے کھنڈر دیا، کہ میں نے

اور مریں آتا تو کہیں "خطوط سے حراج" مطلب کی اس تبدیلی پر نہ آپ کے ایک ذہنی شخص اس قدر حرجی نے بھی
حیرت کا اظہار کیا ہے۔ "عابد بن شری" کا بہت بڑا حصہ "اور" کے لئے لکھا گیا ہے۔۔۔ پہلا ہی حصہ کی طرف راہیں
اور خطاطی ہے۔ "وہی سے جڑا ہوا سہل سے کہہ کر آگئی" اور میں جو کہ ایک خط اور پانچ تو درود مطلوب لکھی کا اور ہے
اور اس میں کہ سے شاعری و مخصوص قدر کی "تو یہ رنگ کر دئی گئی" ۱۲ عابد کے اقتدار و دونوں ہی اپنی بڑی تبدیلی کی کہ جس
سے اس کا "وہی" کی طرف اس تک پہنچ گیا اس میں وہ "پہلے سے" ہوتے ہیں وہاب میں کوئی کیفیت سے وہ چار سو کا قضا
آسان کیلئے کی کہ جسے ہیں طریقہ گونگ مشکل و گونگ مشکل

اسی وقت کہ دوسری طرف میں چلی گیا کہ اس میں کہ مطلب اگر شخصیت کا اندیشہ و شخصیت خود ہے تو پھر وہ کوئی ہی شخصیت تھی ہنگام
کہہ رہے تھے کہ شاعری میں اس اور وہ کوئی کی تھی ہنگام اظہار میں نے خطوط کی درود میں اس سے ہے

فہم سے دے رہے ہیں persona (عابد شخصیت) والی طریقہ اگر درست ہے تو پھر یہ کہ سکتے ہیں کہ سب ایک ہی
جو ہر شخص کے ایک وقت میں اپنی شاعری کے اندر مشکل پسندی کا قضا اور وہ دیکھ کر ہر جہ میں جب دے دے وہے میں
اس سے ہندو پر وہ اور ہر وقت و مراتب کے لکھ کر ہر جہ میں کہہ سکتے ہیں کہ اس کا شعری طبع میں بھی گستاخ و است
کا شمار ہو اور اس کا سب بن شریں پسند کی سکتے ہیں کہ اندر نہ رہی تو قلب سے چار برس پہلے جب وہ "آسان پسند" کا
عابد اور وہ یہ ہی مشکل پسند شخصیت کا چھٹا جب آج وہ دیکھ کر مشکل سے خود اپنے آپ کو کہتے ہیں کہ "وہ" وہ
شخصیت بن چلا ہے کہ وہ کوئی مشکل پسندی (شرعی) سے آسان پسندی (درود پسند) کے اسلوب کی یہ تبدیلی دراصل ایک خود مرن
شخصیت بن چلا ہے کہ اس سے ان کا کمالی شخصیت میں تبدیل ہوئے کا مسودہ دھ اس طرف سے بن شاعری میں بن رہی کا
جو کلام تھا، وہاں سے کہ اپنی درود میں حاصل ہوا اور اس وقت وہ نے عابد سے ساتھ بن چلا یا اور اس میں وہ کلام
پسند کا قضا اور اس کا بہت مشکل جان قلب کے خطوط میں موجود ہے۔

پارا دے نے اس وقت حال چھین دو لوگے پہلی وہ چلائی کہ مرن کی ۱۸

پھر جب، قرآن و حدیث سے سب ایسے میں اپنی اپنی لکھی تھی نہ آدمی نہ آپ نے ایسے میں لکھی تھی کہ آپ نے قرآن میں
من جاتا ہے۔ "لکھ کر" محمد اللہ کی کوہ میں میں کہنے تھے آپ قرآنی بنا پیر میں "لکھ کر" اتہ و سانی سے نکلے ہوئے ہیں۔
اور یہ مقررہ لکھنے جو "پہلا" ہر وہی کہنے سے قفل ہے تاکہ مسودیت سے کہہ دیکھ رہے تاکہ طرے "اس وقت
درود کا شاعرانگی

یہیں تھا کہ اسی وقت وہی جھوٹ کا کیا اگر؟ کچھ میں نہیں آتی، بنا آپ تاثری بن گیا تھا۔۔۔ لکھ کر وہ وقت
سے قفل ہو گیا تھا۔ یعنی میں نے اپنے کو اپنے میں تصور کیا ہے۔ نہ دیکھ سکتے ہیں کہ جہاں وہ عابد دیکھ اور
جوتی گئی۔ بہت اہم تھا کہ میں ہوا شاعر اور شاعری وہاں ہیں۔ آج وہ دیکھ رہے ہیں کہ وہاں نہیں۔ لکھ کر
قرآن کریم کو جواب دے گا تو یہ ہے عابد کیا مراد بنا اور مراد بنا کہ مراد ہم اندر دیکھ رہے ہیں کہ وہاں نہیں کو

[illegible]

خولہ جنت و حوائی

دکن طربت رہاب

لاہور کاٹھ پائے غائبانہ لُڈرشی و لاہور

دیوان غالب (نسخہ عرشی) کی ترتیب و تدوین - ایک تجزیہ

Ghalib never arranged or published his complete works as such during his lifetime. His Urdu diwan was actually a selection out of his entire poetical works which is variously ascribed, to him or to his close friends. His diwan was published five times during his life but every time the contents differed from each other. Many of his verses are included in various tazkiras, anthologies and often time in letters written to different persons whose dates are known or can be estimated and worked out. Based on these dates many researchers have arranged his poetical works in what they call as "historical arrangements" but this term is a fallacy as these dates pertain to the collection or publications of different editions of anthologies and letters. These dates can not be described as the dates of the composition of his verses. To be historically arranged the verses have to be arranged in the order in which they were created. In this article Dr. Azmat Rubab draws attention to this fallacy with particular reference to "Deewan e Ghalib, Nuskha Arshi."

مردود کتب میں یہ روایت اور ردوین ہے کہ شاعر نے اپنی ارتقا و تکلف کے لیے اس کی تحقیقات کو ادوار میں تقسیم کر دیا تھا ہے۔ اس ادوار سے پہلے کار سے موضوعات اور اسالیب کے وجہ ارتقا کا طرہ ہوتا ہے۔ اس ارتقا میں بہت سے مداخلتی، تاریخی، ذیلی اور انفرادی عوامل ہوتے ہیں۔ اس ارتقا کی درست نشانی دہن کا یہ اصرار یہ ہے کہ حقیقت کی تائیں معلوم ہوں۔ میں کہوں گی عرب کب لکھی گئی جو وہاں سے آج کل کی پہلی دہائی میں عرب لکھی گئی ہو اور اس ماحول، زمانہ سے مطابقت کا تاریخی منظر تحقیقات کا راقی کی حقیقت و ادوار میں تقسیم کرنے کے ان کا تہیہ کی جو نذر پیش کر رہا ہے اور اس سے مختلف شاعری کا انحراف کیا گیا ہے۔ غالب سے کلام و جہتی کی طرح سے پرکھنے کی تلاش نہ کی ہے، نگاروں اور محققین سے غالب سے کلام کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے، اس تقسیم کے نتیجے میں مختلف موضوعات پیش آئے ہیں، فہمی، تاریخی، مطالعے کے لیے روشنی یہ مطالعات ہم بہت سے حقیقت یہ ہے کہ غالب سے کلام تاریخی اعتبار سے عملی طور پر اس لحاظ سے ترتیب نہیں دیا جاسکتا کہ غالب کی انفرادی ادوار یا کہ کی تاریخیں معلوم نہیں ہیں۔ اس سے مختلف فہمی نظریوں کی تاریخی تفسیر معلوم ہے بلکہ ان کی تفسیر انفرادی نہیں ہوتی بلکہ ہر کسی کی اس تفسیر کا حصول ہے جو نذر اپنے کی ضرورت ہے۔

ش۔ عداوتِ اقس کا بے تحاشا استوں معافی میں جوئی چلا کر رہے، سحرش میں غوغا کی کے چان کے معافی عداوتِ اقس میں کاے ۱۸۰۸ تک رہا گیا ہے۔ اس نے عداوتِ ۳۰ یہ عداوت (۴) اور اقسالیہ کی یہ اقس کی طاقت (۱) و ایک اور کی جگہ شہر کر اقس کے معافی جہاں (۱) ۶ شہر کیا جلا کا ہے جو وہاں ۳۰ یہ (۴) کو رہتا گیا ہے اس سے شہر کا اہام اور ضمن مخرج ہوا ہے۔

دھت کیوں کر ہے طوکی ایک کرے کوئی؟
اسم دھت کیوں، حسن کے کھانہ کا؟
طوکی کتنی ہے کہ ۱۱ ہے مہر گس کا ۱۲؟
رہ کے مخرج تک، شہر نہ ہے ۱۳ چوکیا کے کیا؟
بچوں کا بھی دیکھا نہ تھا کتنی دن ۱۴؟
روکھ کے عہر چار بار، کوئی نہیں مٹاتے کیوں؟

مولانا اقصیٰ خاں سحرش سے دیکھ کر غالب خاں سحرش کی تہا میں بہت محبت اور قریب سے تمام مل کافلی بھلا رات اور ناکھ کو استہلی کی ہے محققین کے لیے سحرش کا مروجہ کرہ یہ معنی ایک تہہ ہے لیکن یہ حقیقت بھی چنی چکا ہے۔ طوکی اور مہر گس کے لیے اس کا استعمال بہت پیچیدہ ہے۔ غریبات کیلئے مکہ پر اپنی پیش قدمی سے عداوت میں موجود نہیں ہیں، عداوتوں اور مروجہ عداوت ن کر رہے۔ اقس سے شروع اس کو بھی ہفتہ کی تیس سے بدلتی نہیں کیلئے عداوت کو چار حصوں میں تقسیم کرے سے تو اس کا عمل ناچاقی تیس تیس حصوں میں کی ہے اور نہ ہی یہ تیس کی مروجہ تیس تیس کا نام ہے کی ہے

حوالہ جات

- ۱۔ پروفیسر محمد حیدر خان نے اردو کلام میں تیس تیس کی تہا میں (۱۹۵۸ء) کی کتاب (۱) شہر اور شہر: عداوت ۱۰۰: ۱۰۰
- ۲۔ عداوت کی آدھ ششک سائبر، ۲۰۱۱ء، ص ۱۵۶
- ۳۔ خلیفہ علی خاں کوئی (۱۸۰۸ء) غالب کوئی ۱۔ ۱۰۰، کوئی تہا ۱۱: ۱۱، عداوت ۱۵۹: ۱۵۹
- ۴۔ ایسا ص ۲۳۷ تہا ۲۔ ایسا ص ۲۶۳
- ۵۔ ۱۔ غریبات چانہ، مولانا غالب، انارکلی، مولانا دھت، ۱۹۹۹ء، ص ۲۵۱
- ۶۔ مولانا سحرش، مولانا دھت، ۱۷۹۔ عداوت کی تہا میں، عداوت غالب کوئی، ص ۹۴
- ۷۔ ایسا ص ۱۶۹، ۹۔ ایسا ص ۱۷۱، ۱۰۔ ایسا ص ۱۸۰
- ۸۔ ایسا ص ۲۰۵، ۱۱۔ عداوت غالب کوئی، ص ۲۴۰

دکتر راشد حمید
ذیل کی نثر
ملاحظہ فرمائی ہو، والسلام آگاہ

اقبال کا تصور فن

The article discusses A ama Muhammad Iqbal's concept of art n different angles. Iqbal has his own views on different branches of art. The author has presented such quotations from Iqbal's poetry and prose that depict his concept of art. The article points also towards eastern and western concepts of art.

انیسویں صدی کی آخری چار دہائیوں میں مغرب میں بھی گہری تبدیلی دیکھا گئی تھی۔ اسی زمانے میں فلسفہ کے رواج میں تبدیلی آئی۔ فلسفہ کی حد تک دیکھنا بھی سامنے آئے۔ فن سے ان تصورات میں انقلاب، فطرت پرستی، ٹریٹ اور اکتھاریت سے نوسے بعد پھر نئی فکر پائی۔ مدرسی، قریبی کے تصورات بھی تبدیل ہو گئے۔ تصور فن کا خاکہ کھینچنا کے فن میں ایک نیا تصور آ رہا تھا۔ فن مائے فنی کے حاسین کا کہنا تھا کہ فن نہ تو مادہ ہے اس لیے یہ کی بھی قسم کے مفہم کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ہرگز نہ فن میں کاروبار ہے۔ قریب تک یہی کہ فن اپنی ذات میں خود مفہم ہے۔ یہاں لے جاتے ہوئے دوسرے کسی مفہم کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہاں تک شریعت کہتے ہیں۔

فنی زمانے فن کے علم پر واضح فطرت کے کمالی نہیں ہو رہی کے نزدیک یہ قریبیت اولیٰ کی جگہ ہے۔ ظہور و تخیل کا اثر و اثر اور یہ اس حقیقت کو نظر میں نہیں لاتے، یہاں کہ ان کے چہل میں مناظر فطرت کی رنگینوں کی حیثیت اور کھلا دیکھنے والی تخیل کی حالت ہیں۔

فن پر مائے فنی کا رہی نہ ہو۔ بعد میں اس کی تخلیقی صورت دراصل قریب ہوتا ہے۔ فطرت کو اپنے دماغ میں سمیٹ کر اپنے تخیل کی پیدائش دے دے۔ پس نہ تو ایک فنی کے قائل سے سمجھتا ہے۔ اور کی پیدائش اس لیے اس کے دماغ میں قیام نہ رکھتا ہے۔ تو پھر نہ رکھتا۔ اس نے نہیں دیکھا۔ فنی زمانے مفہم کا رنگین تصور گرجا رہا ہے۔ اس میں شاعری، انگریزی، صوفی کے مابین فنیوں کی گہری بات ہے۔ بعد اس کے لیے سچا سچ مائے فنی کی گہری دیکھنا تو ہمیشہ سے رہا ہے۔ ہرگز کے مشاہیر، مفکر، صوفی اور عالم کے نزدیک فنی زندگی کی ترجمانی کا دھڑا نام ہے۔

جس زمانے میں علامہ اقبال نے شعر گوئی کا آغاز کیا وہ وہی زمانہ تھا جسے اپنے اپنے زمانے کا تخلیق کیا ہے۔ چوں کہ علامہ محمد قریب نے مفہم دیکھنے کے قائل تھے اس لیے یہاں سے قائل تھے کہ وہی فطرت دہشتی سے انتقاد کیا۔ فنیوں کے کہنے کو ایک مفہم اور صعب یقین سے کہیے کہ اس کی معنوی قدر و قدر کا درجہ دیا۔ وہ انہوں نے فنیوں کی فطرت کو سمجھنے کے لیے اس کو اس کی

مقصود ہر روز حیات الہی ہے

”قہر دل کوڑھ کن ہاتھ آئے تھے“

پاکستان میں سوشل میڈیا کی افواج

علامہ محمد اقبال سے ایک قصہ، زندگی گواراں نے مختلف اشعار و بیانیہ کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے وہ کہتے ہیں،

۷۔ مہاکیرات لفظ عکس

١٤٢٢ هـ

وہ اگر اس خزانہ تک رسائی پالے تو پھر سامری صرف اور صرف شہری ہیں۔ خلقِ مل کے گھبرے سے خائف کاظم کرتی ہیں۔ ۵۰

مفسر یا مقصود اگر اجماع نسبت

شادی بچہ وراثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

اگر شام و پنج شام ہے تو اس کے شام اندراجوں میں کچھ فرق نہیں نکالنا ہوتا ہے۔ اس وقت تو اس کے اندراجوں میں کچھ فرق نہیں نکالنا ہوتا ہے۔ اس وقت تو اس کے اندراجوں میں کچھ فرق نہیں نکالنا ہوتا ہے۔

۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

جس سے چمن انور نہ سحر کیا؟

جس سے دل صبرِ حلال نہیں

۱۰۔ بے فکرہ نہیں ہوں صرف کہا ہے مگر کیا؟^{۱۰}

طاہر محمد قزوینی نے جہاں دارالعلوم کے سربراہ بنی گاؤں کی شہنی خانہ دست کی بنی وہ کچھ جگہ انگریزوں کا رستہ جس کے واسطے اس دراز پر انیس گھنٹوں کا سفر ہو جاتا ہے۔ اسے بچہ نہ کہ عطاوش رہے گا۔ ایک انتہائی نالی کا گھنٹہ دوا ہے اسے بچہ بچہ کی طرح چری بنائیں گے۔ ہر چاند بھائی کا چٹا ہونا سکتا ہے بڑے بڑے اس کا نالوں کو وہ بنے ٹھنوں دھوس بنی غریبوں کی

سے کیا کہہ سکتے ہیں اس سے اس قدر کہ حق و باطل کے لیے جس قدر آواز کو روکنے کا کام چاہیے کرتے ہیں۔ اس سے یہ ایک حقیقی شرابہ سے بڑھتی طبیعت کی قوت اور جس شخص کی برکت اپنے دلی آواز پہ جس کی طبیعت عاری کر لے جس کے اظہار پہ وہ مجبور ہو جائے۔ یہی طبیعت آرمی کی جان ہے۔^{۱۹۷}

سید وقار ظہیر

”تمہاری اور اسی نے اس رشتے میں اقبال سے حیات کو برا بھلا مقام دو ہے۔ اس کا احساس اس کے تصور حیات و کائنات کی بنیاد بھی ہے اور اس سے نکلیے ہوئے اس کی عمر کی نقطہ ہے۔“^{۱۹۸}

دلا مہر بخشنی

قیامت کا کوئی دوسرا ہے سچ اور بڑے فتنے کا کوئی طرف نظر سے اٹھ وئی ہے نہیں۔ بلاشبہ قیامت میں بڑے فتنے سے محاسب میں سے نہیں۔ لیکن اس کا تصور بھی نہیں ہے۔ وہ جو فتنے کا کوئی طرف دھانے شامی جڑ سے دھڑکتا ہے۔ اس کا بڑے فتنے کی شکل میں جو نکلتا ہے جیسے ہیں۔ وہ نہ صرف کہ انسان کے حقیقی ان کے پاس کیجئے کہ وہ دھم دھم ہے۔“^{۱۹۹}

احمد علی قاسمی

”اس کا یہ نظریہ ہم رنگی اور اس کے حسن، انسان اور اس کی توانائیوں کا کتاب اور اس کی پیمائشوں اور اس کی فکر میں یہاں تک کہ اس کے نظریے پر اور جس وہ نظریے ہے اس سے صریح ہے صریح ہے۔ اس نظریوں و فلسفے کی جاتی ہے اصول سے آج کے جدید انسان کا اپنی گرفت میں پینے اور اس سے اس کا اثر اس طرف پھیلنے کی خواہش اور اس کی روٹی ہے۔“^{۲۰۰}

ڈاکٹر احمد علی

”قیامت سے دیکھ کر وہی ہے جو زندگی بھی ہو اور زندگی کا کوئی بھی ہو جو مرد و عورت و اولاد کو کرتے ہیں۔ اس کے جو بڑے سبب ایمان کے لیے ہیں اور مرنا سکھائے۔ حقیقی دیکھو وہ ہے جو اپنے فتنے و فتنے میں اس کا رعبہ بنائے۔ اس کا مقصد زندگی سے اس کو خلا سے جڑے جڑے و فتنے سے زندگی کی طرف لے جانا، انقلاب کی لہر سے آٹھ گنا اور ہر آٹھ گنا سے دور آٹھ گنا سے انقلاب کی جنگ میں سرگرم رکھتے ہیں۔“^{۲۰۱}

وہید اختر

”قیامت سے تصور ان کی اخلاقیات جلد اخلاق سے تصور کی تاریخ نہیں۔ ان کا تصور اخلاق بھی ترکیب ہے۔ اس سے یہ بات کہ Open Morality کی طرف۔ وہ اخلاقوں کی طرف شامی اور خوش امید و نیک اخلاق کو کہہ سکتے ہیں۔ اس سے یہ بات کہ اسے اپنی شامی دوست میں ہر قدر محبت کی تکمیل کا آلہ کار بناتے ہیں۔ شامی کی، رسانی اور سہ سوزی، اقبال کے چہرے سے یہ نیک سوزی کے وہ اخلاق اور نیک کی طرف شام

”یہ ایک مہترس جہت ہے۔“

”شہزادہ“ علی بن ایک عظیم ہوا کہتے تھے۔

”ہائس، قلب، لڑوہ، ان سب کی حدیں جھین ہیں صرف ان ہی کا محدود ہے۔“

علامہ محمد اقبال نے ہاں کوئی اگلی تصور ان کی نگاہ میں نکھڑا جو سکر ہے، یہ نہیں ہے کہ ان کے تصورات کو جزئیات میں ڈالنا چاہئے۔ بلکہ سب سے کہ کوئی نئی تصویر ان سے ہاں لازم، انہماجوں میں برآمد ہے۔ ان کا تصور ان خطوط میں بھی یہاں وہاں ملتا ہے کہ ”اپنے ایک خط لکھتے ہیں۔“

”میر سے راجہ، یعنی آواز دہی ہے جو اپنی قوم کا جنرل شاہی و اور آواز دہی کوئی امر ان سے دیکھ کر رہا
تھائے۔“

ایک اور خط میں علامہ محمد اقبال نے جو لے سے انگریزوں کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

”وہ تمام سے مراد رشتہ کا نہیں ہے، اپنی قوم کے آواز و دیکھ کر اس قوم کی غرضی کا بھی نہ کہہ سکتے
چاہئے کہ آواز دہی کا نظریہ ہی نہیں رشتہ کا آواز دہی ہے اور آواز دہی ہے جو اپنے کوئی کوئی قوم
انسان کی باہر کی کے لیے وقت کر دے۔“

امروز اور قدامت شاعری چلی کہ علامہ محمد اقبال نے ان کی معراج بھی سے اس لیے یہ چاہتا ضروری ہے کہ ان دونوں میں ان
شاعری میں جس قدر ان سے ہی تصور قومی کیسے ملتا ہے، پہلے وہ شاعری میں ملا دیکھ لیجئے۔

یہ مرد ہے ۵ نزع کی حالت میں گرفتار

جو غلام کہ نہ گیا خوب نگر سے

ہو رہا ہو تو ہے یہ روحی عہد حیات

ہو نہ رہا تو خن مرگہ نام اے ساقی

مری مٹھلی کی کیا ضرورت من حق ہو

کہ ضرورت خود بخود کرتی ہے لالہ کی تباہی

مکمل خلیع حکومت چڑھ نہاے قوم

ظاہر رہیں تو ہے دیکھ جائے قوم

جلائے دھوکہ صبر ہو رہتی ہے آنکھ

میں تو دھندلے سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

مذہبِ مکتبہ کی ہے اگر میں کیا کر
بھی سزاؤں سے کہ بھری کیا کیا ہے^{۳۳}

مگر ہر میں کشتِ قہرِ طغیانی کا جز
وائے صورتِ گری و شہری و نائے دردِ^{۳۴}

اے حرمِ قہر! عشق سے تیرا وجود
عشق سرپا دادم، جس میں نہیں رکت و جد
رنگِ دردِ عشق و شگ، چنگِ دردِ عشق و صوف
بھڑکے فتنے کی ہے خونِ جگر سے نمود
خونِ غریب جگرِ سلی کو ملاتا ہے دل
خونِ سحر سے صد ۱۲، ۱۲، ۱۲، ۱۲، ۱۲، ۱۲^{۳۵}

کشتِ جہنم سب دما، خونِ سحر سے بھر
خون ہے ۱۲، ۱۲، ۱۲، ۱۲، ۱۲، ۱۲^{۳۶}

خونِ دل و شہر سے میری تیرا کی پوش
ہے گلب سار میں وہاں صاحبِ ساز کا لہو^{۳۷}

سرد و شہر و شہر، شہر و شہر و شہر
مگر ہیں ان کی سرہ میں تمام یکہ والد
شہرِ شہرِ خاک کی سے ہے صبرِ عشق کی
بلد سے تاروں سے اس کا کاشانہ
مگر خودی کی عظمتِ سرہ سے تیرا حیات
مگر نہیں تو سرہ شہر، شہر، شہر، شہر
ہوئی ہے از ملکِ اشرف کی درانی
خودی سے چپ لہو و دل ہوئے چپ لہو^{۳۸}

نہ تھا ہے وارثِ حب و لب زنگی سے
 کہ چاکل اس سے ہے طرفین نے لاری^{۳۲}
 خدایا میں ڈوبنے والوں کے لئے دھت لے
 اسی آپ جو سے ہے بحر ہے سماں بکرا^{۳۳}
 جس راز دل کی دھڑکنی مجھ مجھے
 سمجھ کر مرط پائے ہر چہ لے^{۳۴}
 ہے ہے فریاد فکر میں بحر کی تغیر
 ناش سے خوش کاش ہے ہاں نہ آت
 نہ نوبت ہے نہ بجائی بحر، شام کے دور
 زلفوں کی بچھا کٹکٹ سے سور
 ق سے بہت، یہ بحر تیرے چارے کا بہ
 نظر آئی ہے مرقعہ شینا میں دست^{۳۵}
 اسے اس نکرا دوش خطِ غیب ہے، لیکن
 جو ہے نہ حقیقت، نہ دیکھے وہ بحر کیا
 تصور بحر سے، جیسے اوسا ہے
 یہ یک طس یا "کس طس شو یا
 حسا سے اس دور محتالم نہیں مع
 سے قفرہ نیساں، وہ صدف کیا، وہ میر کیا
 شام کی کوا جو کہ جاتی کا طس جو
 جس سے جانِ بحر وہ وہ دار بحر کا
 ہے مجھ دیکھا میں ابھرتی تھیں تو کس
 بحرِ طرب کیسے تھیں نکلا، وہ بحر کیا؟^{۳۶}

دیکھتے تو دہانے کو اگر اپنی نظر سے
 اٹھاتے تھے تو اس سے اور کم سے
 خود شہد کرے کہ کبھی فیض تیرے شہد سے
 ظاہر تھی ظاہر ہو ہیمنے کر سے
 دیا حلال ہوا تھی سوچ گھر سے
 شہدہ ہو غفلت تیرے اچھا ہر سے
 اظہار کے اللہ و علی کی گہرائی
 کیا تھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رہی؟^{۳۳}

مری فکر میں بھی ہے بھائی و دیوی
 کہ سرحد ہیں قوت نے ہمارے ظلال
 نہ "طرا تو" جس بھائی ہے تاثیر
 ترا لکھ ہے اگر تو "نہ" دلش بیک
 مجھے سزا کے لیے بھی نہیں کیوں نہ آگ
 کہ جس کا خط نہ "نہ" و "نہ" و "نہ" ہے پاک^{۳۴}
 ہے ابھی ہیں شک میں ہیں وہ تو
 جس کی گری سے پہلے جانے ساراں کا وجود
 جس کی تاثیر سے آدھ ہو غم و خوف سے دک
 اور چھا ہو لازمی سے مہم محمود^{۳۵}

جس کی تاثیر سے آدھ ہو غم و خوف سے دک
 اور چھا ہو لازمی سے مہم محمود
 وہ و غم کا یہ حیرت کدہ ہائی نہ ہے
 تو وہ ہے اور ۱۲ دھرم و مہم^{۳۶}

اگر تو میں ہے پشیم سوہ کا نظام
 حرم میری لکھوں میں ہائے چنگ و دھاب^{۳۷}

ہے مہرِ محمؐ گرچہ طرب : یک و دل آدھ
اس شعر سے پہلے نہیں مضمیر لوری جو
”تہاں ہے یہ قہرِ زلفی کا نہاد
: : چ : نہاد : نہاد : نہاد“

ہر شعر کے لہجہ سادگی ہے خواہ
پیش سے کہیں مردِ جرم سے آزاد
عجب رنگِ سہارن گئی ہے ہے تغیر
سے جلتا ہفتہ سے کہ یہ فہم ہے
بہ ہمتِ حکیم کوئی ہجرت نہیں ملتا
دشمنِ شرِ جہنم سے ہے جہنم ۵۰
قوتِ کائنات سے سورجِ شمس سے رہر آتا
وہ نے قوتِ کائنات کا ضمیر پاک نہیں
”وہ تھرا“ سردی غولِ حسی سرا کی چٹائی
کس کو کس نے ”اچھا“ آپ نہ کہیں ۵۱
”وہ شعر“ کے چھ جہت ادنیٰ ہے
”یہ شعر“ جہت ہے ”یہاں“ ۵۲

”وہ شعر“ کتاب نے اپنی قاری کو یہ سنائی کہ یہاں وہاں مختلف طرح سے سامنے آتا ہے، قاری شاعری میں
بہت شعرا کی نظر کیے جا رہے ہیں:

”وہ شعر“ مضمون تغیر سے : اس : اس
”وہ شعر“ مضمون تغیر سے : اس : اس
”وہ شعر“ مضمون تغیر سے : اس : اس
”وہ شعر“ مضمون تغیر سے : اس : اس ۵۳

بیست و شش در غنای
 خجسته و بی‌ناله " نور حسن
 در کمالی غیب گردد غیب از
 معرفت او آشنای و محراب ۵۲
 ایست میان کس است ناله حق
 در عیار دلگی ۵۳

در حق اندر چو درخت نم
 دست برایش پخته نخل گریخت
 ایست قریب رفت و ت گویا
 او گریه چه جز نخل گریخت
 حق آن سوره ندارد حکمت است
 شمر حق گوید چه سوره او دل گریخت ۵۴

تو قدر خوشی دانی به و فایز
 درین فصل در شمع و چراغ است ۵۵
 بر سه طرف نه سخن نهانی گوئی است
 حدیث صوابی در به در ۵۶

طریقه ایست که در عالم
 تا به این فلان را نخل نخل
 نخل می باشد نخل نخل
 آنچه در نخل دل نخل گریخت
 در هر دو نخل نخل نخل

ہوشِ ما جزو تو گردنِ توں
 ہے شکایہ در سرورِ است آں بزم
 کافہ و ہے حرفِ کی دایہ کام
 بحرِ ناشی چرخِ ظہرے است
 مقلی و فکری ہند صورتِ است
 نگر گر سخی غلامِ مراد است
 ہوز تو ہر آتشِ ہرور است^{۵۹}

آں جہت سے کہ ہے نصرتِ ہرور
 مارِ جو ہے نگاہ ، شود
 نصرتِ پائشِ حیارِ جو و رشت
 حقیقتِ آئینہ دمِ خوب و رشت
 تینِ ہرمانہ ، تینِ جہر است
 است " ہم بسا تینِ ہم بسا گر ست^{۶۰}

نصرتِ شامِ سر پہ نصرت
 فتن و ہارِ بکارِ آرزوست
 شامِ اندر جہتِ ملت پہ دل
 ہے سپہ شامی پہ کل
 ہر ، مستیِ فتن پہ مانت است
 شامی پہ سوزِ مستی دلتے است
 شعرِ دا قصودِ آں آرزو گری است
 شامی ہم دانتِ شامی است^{۶۱}

- [illegible]

ڈاکٹر سید غلام

شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج، لاہور، پاکستان

اقبال کے ایک ممدوح: مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ

Bhawapur State was a great Islamic state. A large number of people of this state were educated and well aware about politics and other social affairs. Makhdoom-ul-Mulk Sayyed Ghulam Meeran Shah was a religious personality. He has special relation with Alama Iqbal who had written several letters to Makhdoom-ul-Mulk Sayyed Ghulam Meeran Shah. Some personal matters had been discussed in these letters. Sir Abdur Qader has also thrown light on these relations between Iqbal and Makhdoom-ul-Mulk in one of his articles.

ریاست بہاولپور کا قیام 1727ء میں ہو گیا۔ اس کے سرکاران کا خلق محمد رسول اللہ ﷺ کی نصرت و حمایت میں ملے ہوئے تھے۔ یہاں کی ریاست میں سے متعدد اہل علم و ادب نے شریعت کی حدود میں داخل ہو کر اپنی تعلیم و علم حاصل کیا۔ ان میں سے ایک شخص مولانا سید غلام میراں شاہ تھے۔ ان کی ریاست میں نہ صرف بہاولپور دینی تعلیم کا مرکز تھا بلکہ ان کے زیر اثر علماء و مشائخ اور دانش وران کی تعداد بھی کافی تھی۔ ان کی ریاست میں مذہبی و دنیوی امور پر چلنے والی ساری چیزیں اعلیٰ علم و علم پر مبنی تھیں۔ ان کے سامنے وہاں کی قوموں کو آگے بڑھنے کی راہ دکھانی۔ ان کے ہاں ساری چیزیں اعلیٰ علم و علم پر مبنی تھیں۔ ان کے سامنے وہاں کی قوموں کو آگے بڑھنے کی راہ دکھانی۔ ان کے ہاں ساری چیزیں اعلیٰ علم و علم پر مبنی تھیں۔ ان کے سامنے وہاں کی قوموں کو آگے بڑھنے کی راہ دکھانی۔

مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ نے اپنی زندگی میں بہاولپور کی تعلیم و علم پر مبنی تھیں۔ ان کے سامنے وہاں کی قوموں کو آگے بڑھنے کی راہ دکھانی۔ ان کے ہاں ساری چیزیں اعلیٰ علم و علم پر مبنی تھیں۔ ان کے سامنے وہاں کی قوموں کو آگے بڑھنے کی راہ دکھانی۔ ان کے ہاں ساری چیزیں اعلیٰ علم و علم پر مبنی تھیں۔ ان کے سامنے وہاں کی قوموں کو آگے بڑھنے کی راہ دکھانی۔

مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ نے اپنی زندگی میں بہاولپور کی تعلیم و علم پر مبنی تھیں۔ ان کے سامنے وہاں کی قوموں کو آگے بڑھنے کی راہ دکھانی۔ ان کے ہاں ساری چیزیں اعلیٰ علم و علم پر مبنی تھیں۔ ان کے سامنے وہاں کی قوموں کو آگے بڑھنے کی راہ دکھانی۔ ان کے ہاں ساری چیزیں اعلیٰ علم و علم پر مبنی تھیں۔ ان کے سامنے وہاں کی قوموں کو آگے بڑھنے کی راہ دکھانی۔

دعوتِ تدریس سہ سہی ہے، بلکہ نے ہی خاطر اس دن ٹرانسکریپشن کی کاپی ۲۱، پچھلے دور سے محنتِ مدہ
 ہر تاریخ کے لیے طرا لیں، تیس ہوئی تھیں، صاحب نے کئی رو سے تھے اور ان کے حرج سے بہت عقیدے
 رکھتے تھے۔ ہوں۔ نہ تو سے پچھلے شیخ صاحب کو یہ کہتے ہیں کہ اس رو سے کا لقب صاحب میں کون ہے؟ ان
 سے کہ محمد ام صاحب یہ تو تھیں آپ کی معلومات کا سے آپ ہی تو یہ کہتے ہیں۔ ہاں ہاں تو چاہتے ہیں کہ
 صاحب ہی لقب کا لیا ہے جس میں نے کہا کہ آپ چنگیز الی و لا سے واقف ہیں اس آپ کی بات دن لوں گا ورنہ
 میں اسی رو سے پوچھ رہا ہوں۔^{۱۹}

سر محمد طارق کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ اقبال کو قبل از محنت اور دل چاہتے تھے کہ ملک میں نظامِ میراں شاد کے لیے
 رکھتے تھے تدریس ایک بھی تہہ سے جس میں سے کئی رو سے کہ سے صورت دیتے تھے تو اب، محمد ام صاحب نے مانگو۔
 کو دعوت دے رکھتے ہیں، محمد ام صاحب نے کمر شریف لے لے اس بات کو سمجھتے ہیں کہ محمد ام ایک بھی دقوں کا لقب صاحب
 سمجھتے ہیں۔

اقبال کے خطوط اور سر محمد طارق کی شام مشرق سے آخری ملاقات کے دوران سے واضح ہو جاتا ہے کہ اقبال اور محمد ام ملک
 عام میراں شاد کا تعلق دہائی بگڑی اور جدتی کا تھوڑا ملک ایک مشترک میں حاضر اقبال کے حلقے کہتے ہیں۔

”حاضر میراں شاد اپنی علمی عظمت کا فرقہ تھوڑا شاد افغانی، دیں بلکہ علاوہ وہ جس کا وقت تھی۔ میں تب بھی
 محمد ام سے وہ میراں شاد سے مراد کرتے اور ان بھائیوں میں افغانی تھوڑا سر محمد طارق اور شاد افغانی تھوڑا حسین اور محمد
 محمد طارق شاد سے ہے۔“^{۲۰}

نوٹس و حوالہ جات

- ۱۔ محمد ام، مس، ص ۱۰۰، اردو ادبیاتی ماہنامہ پریس 58
- ۲۔ قمر بلال صاحب، اردو ادبیاتی ماہنامہ پریس، کا ص ۱۰۰، اردو ادبیاتی ماہنامہ پریس 78
- ۳۔ مس، ص 50
- ۴۔ مس، ص 89
- ۵۔ مس، ص 89
- ۶۔ مس، ص 89
- ۷۔ مس، ص 89
- ۸۔ مس، ص 89
- ۹۔ مس، ص 89
- ۱۰۔ مس، ص 89
- ۱۱۔ مس، ص 89

محمد عطاء اللہ
پتھر، شیعہ اور
روزنامہ پاکستان کراچی کانٹریبل

اقبال: 'اسرار خودی' سے 'تاریخ تصوف' تک (سعی بازیافت)

It is taken for granted (Ironically it is true in many cases) for a researcher to be a fan of Iqbal if he/she is interested in doing some research on the former's works and systems of thought. This over-simplified attitude on behalf of the researcher indicates effectively the repetition of same ideas in the tradition of criticism of Iqbal. There is no doubt about Iqbal's craftsmanship as a poet. But, it is not necessarily the job of a researcher to make him a god-like figure in other aspects of human experiences. Studying him in theory and practice is significantly important for a better understanding of his works. The following article discusses Asrar-e-Khudi, his first important work along with his Tareekh-e-Tasawuf. The article raises some questions which have not been raised in this way before as if asking such questions would nip in the bud anti-Iqbal sentiment. The article would help the general audience to discover some novel aspects of Iqbal's persona and works.

اشعار اور تصانیف ایسے اظہار ہیں جو ایک محفل کے نقشہ ہونے کے باوجود اقبالیات سے محفل میں ہمیشہ ایک ایسے محفل کے حائل قرار پاتے رہے ہیں۔ گویا ہر نئے نظریے میں نگر اقبال کے کسی پیرو سے اختلاف کو اس سے انکار کے مترادف سمجھا گیا۔ یہ ایک بات کہ جس قدر قس قسائی و قریب ایک صدی پہلے اسی روایت کے ایک پیرو سے جس میں مولے کے پسر اہل علم اقبال شناس ہونے سے مراد قیاس کا ماحول ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ اقبالیات سے تصورات سے تعلق ہونے کی صورت میں اہل علم سے انقلابات کی کاروشیہ گرائی سے بھی مارا محسوس اقبال یا کلکتہ، رتبہ کی صورت میں محفل اقبال کے قادی مسائل کے تصور سے جھکے ہوئے ہیں اور ہر ماحول تصورات سے انکار کو اقبال کی سند سمجھا جاتا ہے۔ تقابلیات کی بھی مثال یہ ہے کہ کسی مقامی اور غیر مقامی میں کوشش میں اس قدر روبرو رہا ہے کہ اس نے اندر سے خود اس کو اپنے رتبہ میں اقبالی یا کاکا، شیعہ اور قیاس کے اندر شامل کر لیا۔ اس طرح اس نے تمام کوشش میں اس قدر روبرو رہا ہے کہ اس نے اندر سے خود اس کو اپنے رتبہ میں اقبالی یا کاکا، شیعہ اور قیاس کے اندر شامل کر لیا۔ اس طرح اس نے تمام کوشش میں اس قدر روبرو رہا ہے کہ اس نے اندر سے خود اس کو اپنے رتبہ میں اقبالی یا کاکا، شیعہ اور قیاس کے اندر شامل کر لیا۔

- ۹۔ ایسا مح ۳۳
- ۱۰۔ ایسا مح ۲۰
- ۱۱۔ محلو، سجادہ مکہ، حسن، "مکتوبہ" (اسرائیلی، آغا علی)، ۱۳۹۰ء، سجادہ مکہ میں پہلی پبلشنگ ۲۰۰۳ء، ص ۶۷
- ۱۲۔ محلو، سجادہ مکہ، حسن، "مکتوبہ" محلو، ص ۳۵۹
- ۱۳۔ محلو، سجادہ مکہ، حسن، "مکتوبہ" محلو، ص ۵۵۷
- ۱۴۔ محلو، سجادہ مکہ، حسن، "مکتوبہ" محلو، ص ۵۵۳
- ۱۵۔ ایسا مح ۳۵۴
- ۱۶۔ محلو، سجادہ مکہ، حسن، "مکتوبہ" محلو، ص ۵۰۹
- ۱۷۔ ایسا مح ۲۰۹
- ۱۸۔ محلو، سجادہ مکہ، حسن، "مکتوبہ" (اسرائیلی، آغا علی)، ۱۳۹۰ء، سجادہ مکہ میں پہلی پبلشنگ مح ۳۳
- ۱۹۔ محلو، سجادہ مکہ، حسن، "مکتوبہ" محلو، ص ۴۳۳
- ۲۰۔ محلو، سجادہ مکہ، حسن، "مکتوبہ" (اسرائیلی، آغا علی)، ۱۳۹۰ء، سجادہ مکہ میں پہلی پبلشنگ ۲۰۰۳ء، ص ۶۷
- ۲۱۔ محلو، سجادہ مکہ، حسن، "مکتوبہ" محلو، ص ۵۵۷
- ۲۲۔ محلو، سجادہ مکہ، حسن، "مکتوبہ" محلو، ص ۵۵۳
- ۲۳۔ ایسا مح ۲۰۹

۱۰ اور اس کا واضح اثر ہے۔ اس میں یہ فوراً سے تباہ و برباد ہوئی اور یہی تھیں کوکڑے پر اس میں
 کی صورت میں پیش کیا گئی ہے۔ اس میں کسی پیم چاندنی ہو، اپنی حقیقت نگاری کا انداز بھی ملتا ہے۔
 فضلؔ اس کا جیؔ اور سرؔ ہم سرؔ کا اثر مایوس ہے۔ چوڑیؔ کوسرؔ اور کوسرؔ میں عجیب کے اثرات
 تلاش کیے جا سکتے ہیں۔^{۱۱} اس میں پارےؔ اس کے اندر سے اور وہیں میں منورہ کی حقیقت نگاروں کے اثرات سے صاف ہے۔
 منورہ اور اس کے اندر سے منورہؔ اس میں انسان کے تصور کے اندر ایک طرف سے رہتا ہے۔ وہ لکھیؔ لکھیؔ لکھیؔ
 اور لکھیؔ اس کی حقیقت نگاری سے نکل کر ہے۔

۱۱ اور انسان کی روایت میں منورہؔ انسان کو پس ہے۔ اس نے اپنے عہد کے تمام ادواروں اور سرچے میں ان تمام
 کے خلاف بغاوت کی۔ اس سے پہلے وہ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 محاسبہ کیا جو اس میں یہ دیکھ رہا ہے کہ وہ اپنے میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 رہے کہ اس میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 کے ساتھ دوسرے کے ساتھ میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 بہرہ کو محاسبہ کرتا ہے۔ اس میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 ضرورت کی اس میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 زنجیر ہے۔ اس طرح اس میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 اس میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا

چھوڑا اور اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 جوتے میں ہے۔ منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 ہے۔ منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 یہ صرف ایک ایسا چیز ہے کہ اس میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 اس میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 اور اس میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا

پاکستان کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 قوت کا کوئی اثر نہیں۔ انسان کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 انسان کی وقت کا محاسبہ ہے۔ اس میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا

منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا

اس میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا
 اس میں منورہؔ اس کے اندر سے نکل کر آیا اور انسان کے لیے اس کی شراکت میں کا

معاذت میں معذرت یہی کہجی کہ بہت اڑ رہا ہے انہوں نے کوئی تحریک نہ کی اور گولی سے مار کر اس کا زخم مر گئے۔ لکھنؤ ۱۸۵۶ء سے اس طبقہ کے انہوں کا سفر نہ چلے۔ جسے عورتیں کہتے ہیں۔ اس سے انہوں میں بھی مسائل کو نویت حاصل ہے۔ لکھنؤ پہلے انہوں میں برطانوی سرکاری زبان، فارسی، اردو، پنجابی، انجیل کا سر کرنے میں۔ ۱۰۰ عورت اور انہیں لکھنؤ میں رہتے ہیں۔ ۱۸۵۰ء میں ان سے عارضی نظام و جان پوچھے گئے۔ عادت میں مسیحی کے لیے حقیقت نگار ہیں جو دراصل انہیں کی طرف سے لکھی کو براہ راست پیش کرتے ہیں۔ لکھنؤ کا انگریزوں کی ماہر اور مختلف کی طرف سے ہے۔ ۱۰۰ لکھنؤ کے لکھنؤ اور انہیں کی طرف سے لکھی کا بھی گہرا اثر ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ انجیل۔ مکی سندھ میں منظر پر نظر: ۱۹۸۹ء، ص ۳۸
- ۲۔ عورت۔ اللہ قریشی مشعل منظر، لکھنؤ، ۱۹۹۰ء، ص ۳۴
- ۳۔ سے مسیحی۔ لکھنؤ کی لکھنؤ۔ عورتیں۔ ۱۹۹۰ء، ص ۶۶
- ۴۔ محمد عارف بیگ، معاذت میں معذرت کی امانت لکھی، لکھنؤ، ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۰
- ۵۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰
- ۶۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰
- ۷۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰
- ۸۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰
- ۹۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰
- ۱۰۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰
- ۱۱۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰
- ۱۲۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰
- ۱۳۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰
- ۱۴۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰
- ۱۵۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰
- ۱۶۔ لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۰

سید کاظمین عباس کاظمی

لیکچرر، شعبہ اردو

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

منٹو بحیثیت فلمی نقاد: تجزیاتی مطالعہ

Manto was a multidimensional litterateur. He wrote not only short stories but he was a prominent critic of Urdu Cinema movies as well of that era. His criticism was all about the story role of characters and technique. In this essay Manto's writings about Cinema movies are academically discussed.

منٹو سے معاشرے میں شمس قمری مہسودات پر لکھے گئے مضامین اہمیت نے سارا شہر منٹو سے پکے ۱۰۰ مضامین لکھ دی ہیں اور منٹو کی فلم کے موضوعات کے بارے میں سے انتہائی اصرار ہے ان میں سے ایک ہندوستانی صنعت فلم پر کہ چاہے کبھی نہ ہو۔

دوسرا تاریخی، سیاسی نام سے کیا فلم پر تبصرہ ہے۔

فلم کا مینڈیج بھی انہوں میں ہندوستانی میں یہی متعارف ہوا تو ہندو کا کار میں میر خٹم تھیں جہاں شریں ہوئی تھیں میں جلد ہی خٹم مہسود کا دور شروع ہوا یہ منٹو نے فلمی صنعت سے دور ہو کر خٹم تھیں بن دی تھیں۔ ہندوستانی فلموں کا مہسود منٹو اپنے دور میں ہندوستانی فلموں کی اہمیت سمجھ گئے۔ ۱۹۳۵ میں منٹو آئے۔ ہندوستانی فلموں کی اہمیت کے مضامین کے بارے میں منٹو نے اپنے پہلے فلم تبصروں میں فلمی صنعت میں یہ بار بار فرمایا۔ ہندوستانی فلم کے اپنی حیثیت تنقید کردہ فلمی صنعت کے رد میں ہندوستانی فلمی صنعت کے لیے منٹو کا دور بہت ہوا۔ منٹو کا ہی منٹو اہمیت میں جہاں ہندوستانی کے قسط سے ہندوستانی ملازم ہو گئے ایک فلمی، مالے کی اہمیت اور ہندوستانی منٹو کے ہندوستانی منٹو نے ہی منٹو کو فلمی موضوعات، تکنیک اور اس جہاں منٹو کے منٹو کے منٹو کے بارے میں لکھے ہیں۔ کی۔ اسی طرح میں منٹو نے فلمی موضوعات پر ۱۰۰ اہم مضامین لکھ دیے۔

دراستہ منٹو ان دنوں سے فلمی صنعت سے دور ہو کر ہندوستانی فلموں کی اہمیت سمجھ گئے۔ ۱۹۳۵ میں منٹو آئے۔ ہندوستانی فلموں کی اہمیت کے مضامین کے بارے میں منٹو نے اپنے پہلے فلم تبصروں میں فلمی صنعت میں یہ بار بار فرمایا۔ ہندوستانی فلم کے اپنی حیثیت تنقید کردہ فلمی صنعت کے رد میں ہندوستانی فلمی صنعت کے لیے منٹو کا دور بہت ہوا۔ منٹو کا ہی منٹو اہمیت میں جہاں ہندوستانی کے قسط سے ہندوستانی ملازم ہو گئے ایک فلمی، مالے کی اہمیت اور ہندوستانی منٹو کے ہندوستانی منٹو نے ہی منٹو کو فلمی موضوعات، تکنیک اور اس جہاں منٹو کے منٹو کے منٹو کے بارے میں لکھے ہیں۔ کی۔ اسی طرح میں منٹو نے فلمی موضوعات پر ۱۰۰ اہم مضامین لکھ دیے۔

دراستہ منٹو ان دنوں سے فلمی صنعت سے دور ہو کر ہندوستانی فلموں کی اہمیت سمجھ گئے۔ ۱۹۳۵ میں منٹو آئے۔ ہندوستانی فلموں کی اہمیت کے مضامین کے بارے میں منٹو نے اپنے پہلے فلم تبصروں میں فلمی صنعت میں یہ بار بار فرمایا۔ ہندوستانی فلم کے اپنی حیثیت تنقید کردہ فلمی صنعت کے رد میں ہندوستانی فلمی صنعت کے لیے منٹو کا دور بہت ہوا۔ منٹو کا ہی منٹو اہمیت میں جہاں ہندوستانی کے قسط سے ہندوستانی ملازم ہو گئے ایک فلمی، مالے کی اہمیت اور ہندوستانی منٹو کے ہندوستانی منٹو نے ہی منٹو کو فلمی موضوعات، تکنیک اور اس جہاں منٹو کے منٹو کے منٹو کے بارے میں لکھے ہیں۔ کی۔ اسی طرح میں منٹو نے فلمی موضوعات پر ۱۰۰ اہم مضامین لکھ دیے۔

۸. منتهی بهادری، حسن، منتهی (کتابخانه)، ترجمه حسن، چاپخانه مشرق، تهران، ۱۳۰۲، ۲۹۶ ص.
۹. انیسوار، ۴۹۸.
۱۰. انیسوار، ۲۰۰.
۱۱. انیسوار، ۲۰۳.
۱۲. انیسوار، ۲۰۵.
۱۳. برنج پختنی، از منتهی بهادری، چاپخانه مشرق، تهران، ۱۳۰۲، ۱۸۵ ص.
۱۴. انیسوار، ۵۹۰.
۱۵. وزارت معارف و اوقاف و صنایع مستظرفه، گزارش، انیسوار، ۱۳۰۲، ۱۸۶ ص.
۱۶. منتهی بهادری، حسن، منتهی (کتابخانه)، ترجمه حسن، چاپخانه مشرق، تهران، ۱۳۰۲، ۲۹۶ ص.
۱۷. انیسوار، ۲۲۰.
۱۸. منتهی بهادری، حسن، منتهی (کتابخانه)، ترجمه حسن، چاپخانه مشرق، تهران، ۱۳۰۲، ۲۹۶ ص.
۱۹. انیسوار، ۲۰۹.

- ۳۔ ”سلاطینِ دہلی، ڈاکٹر شام احمد“، امرتسر، کنگزپبلیشرز، کراچی، ۱۹۸۵ء، ص ۸۵
- ۴۔ ”بھیر، ص ۳۰“
- ۵۔ ”بھیر، ص ۳۷“
- ۶۔ ”بھیر، ص ۳۷، ”کروڑ شاہنشاہ خسرو علی حسنی کی شہادت“، امرتسر، کنگزپبلیشرز، کراچی، ۱۹۸۵ء، ص ۵۳
- ۷۔ ”اسن کا دہلی، ۲۔“ ”شام احمد“، ص ۱۵۶
- ۸۔ ”بھیر، ص ۱۵۸“
- ۹۔ ”بھیر، ص ۱۵۷“
- ۱۰۔ ”بھیر، ص ۱۶۵“
- ۱۱۔ ”بھیر، ص ۱۳۳“
- ۱۲۔ ”سمر، ۲، ”کروڑ شاہنشاہ خسرو علی حسنی کی شہادت“، ص ۵۳، ”اسن کا دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۱۹“
- ۱۳۔ ”اسن کا دہلی، ”شکستہ بھیر“، ”کروڑ شاہنشاہ خسرو علی حسنی کی شہادت“، ص ۵۳، ”بھیر، ۱۹۸۰ء، ص ۱۱۹“
- ۱۴۔ ”بھیر، ص ۹۰“
- ۱۵۔ ”بھیر، ص ۲۳۳“

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایک اور امر اس کا تعلق ہے جو اسلامی تاریخ کی جانب مگر کسی کی روحانی صورت کوئی شکل سے طرے کرتا ہے۔ چنانچہ اس سے دوسرے محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دوسرے محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پہلے محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تیسری بات اس کا تعلق ہے جو اسلامی تاریخ کی جانب مگر کسی کی روحانی صورت کوئی شکل سے طرے کرتا ہے۔ چنانچہ اس سے دوسرے محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تذہیب، جوان روایات سے کٹ کر رہتی ہے اس کی بے رنگی پر تنقید کرتی ہیں۔^۲

قرآن میں حیران کن باتیں اور علامتیں بھی ملتی ہیں، مگر علامتیں جو ان کے دل میں چھپ چکی ہوں ان کے دل میں بے اثر ہوتی ہیں۔ ان سے ہر علامت بھی نہیں ہوتی۔

فحشہ کے گھر ۱۹۴۴ میں منظر عام پر آیا تھا، اسے صبر و استقامت کا نشانہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس میں ڈائل ایشر اسٹیج ٹیلی اور بعد اچھی صورت کے آئینہ خانے میں جن میں مظلوم، استغاثہ، ملازمین اور کردار ادا کیے گئے تھے ان کی اور بہت سی باتوں سے گہرا اثر نظر آتا ہے۔^۳

قرآن میں حیران کن باتوں کے ساتھ ساتھ ایک جہد کی بات بھی ہے کہ اگر آپ بھی ہیں۔ روٹی اور کھانے سے متعلق ہر مضمون اس کے ساتھ ہے۔ قرآن میں حیران کن باتوں کے لیے اس کی جھنجھٹا نظریات کو سمجھنا بھی ضروری ہے، اس ضمن میں ڈائل ایشر ٹیلی ہے۔

مختلف علامتوں اور کرداروں کے درمیان تاریخ، وقت، ماحول، نظریاتی کھنڈ، آزاد خیالی اور حیران کن باتوں کے ساتھ ساتھ Inherent Tragedy اس کے ساتھ ہے کہ اس کی ہر جھنجھٹ میں اس کی صورت مزید نظر آتی ہے۔^۴

قرآن میں حیران کن باتوں کے ساتھ ساتھ ایک جہد کی بات بھی ہے کہ اگر آپ بھی ہیں۔ روٹی اور کھانے سے متعلق ہر مضمون اس کے ساتھ ہے۔ قرآن میں حیران کن باتوں کے لیے اس کی جھنجھٹا نظریات کو سمجھنا بھی ضروری ہے، اس ضمن میں ڈائل ایشر ٹیلی ہے۔

قرآن میں حیران کن باتوں کے ساتھ ساتھ ایک جہد کی بات بھی ہے کہ اگر آپ بھی ہیں۔ روٹی اور کھانے سے متعلق ہر مضمون اس کے ساتھ ہے۔ قرآن میں حیران کن باتوں کے لیے اس کی جھنجھٹا نظریات کو سمجھنا بھی ضروری ہے، اس ضمن میں ڈائل ایشر ٹیلی ہے۔

قرآن میں حیران کن باتوں کے ساتھ ساتھ ایک جہد کی بات بھی ہے کہ اگر آپ بھی ہیں۔ روٹی اور کھانے سے متعلق ہر مضمون اس کے ساتھ ہے۔ قرآن میں حیران کن باتوں کے لیے اس کی جھنجھٹا نظریات کو سمجھنا بھی ضروری ہے، اس ضمن میں ڈائل ایشر ٹیلی ہے۔

کی سرپیش کرتے، یہ طاقت بخشی دی جو دور دورہ دیکھ میں سے اظہارِ نوکی سے حسن و حسن کے قہیدے سے چلاں کرتا اور شمع اور
کے سڑکا دھت جاتا۔

دستان سے یہ دو تہریں قلب کا بھی ہتھیار تھا، لیکن اس کے کردار میں تہریں ۱۰۰ کے لیے دل کی دھت جاتی تھی اور
کھل سے کسی سرور سے قلب بولنے کا کئی سکھایا جیتے نہ چاہتے تھے، چاہے عالم کو سکھایا گیا۔ تہریں قلب کی اس صورت
دل کی چھینا دھت علیحدگی کی شریعت میں ہے۔ ڈاکٹر کھیل احمد خان لکھتے ہیں:

تہریں قلب کی صورت حال یہ ہے کہ ایک عارضی صورت حال ہے جس میں کبھی چھینا دھت کی ہر شے
سے وابستہ کی ایک صورت ہے، لیکن کبھی عارضی کردار کی کارفرما۔

دستان کی یہ دو تہریں، لیکن ان کا ہر ایک دستان کا ایک اہم دوسرا ہے۔ آج کے عہد کے یہ دو دھت میں شریں کی قوتوں
سے یہ تہریں ہوتے ہیں، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے۔ دستان سے یہ دو تہریں کی دھت میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک

دستان میں یہ دو تہریں دھت میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک

دستان کے عہد میں یہ دو تہریں دھت میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک

دستان میں یہ دو تہریں دھت میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک

دستان کے عہد میں یہ دو تہریں دھت میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک

دستان کے عہد میں یہ دو تہریں دھت میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک
تہریں کی دھت میں ہوتی ہے، لیکن ان کی ہر ایک صورت میں ہے، یہ تہریں تہریں میں لے کر دھت میں آتے ہیں، اس کے ہر ایک

۱۸۵۷ء کی جنگ میں برطانوی فوجوں نے مرہٹوں کو شکست دے کر ان کے علاقوں کو فتح کر لیا۔ مرہٹوں نے اپنی فوجوں کو دوبارہ متحد کر کے برطانوی فوجوں کے خلاف بغاوت کی۔ مرہٹوں نے اپنی فوجوں کو دوبارہ متحد کر کے برطانوی فوجوں کے خلاف بغاوت کی۔ مرہٹوں نے اپنی فوجوں کو دوبارہ متحد کر کے برطانوی فوجوں کے خلاف بغاوت کی۔

روزنامہ کارکنان نے اس حرکت کو کچھ جرح و جواب سے عبور کیا اور کہا کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کے عہد میں مرد مرگیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی طرف سے تھا جو ان کی طرف سے تھے۔

دہستان ہاؤس ہٹ سے اور سے تھیں کبھی کبھی ہٹ کے ملنے سے ماہری یہ حکیم حنفی بھی روتہ لڑتی تھیں۔
 گاؤں سے دور سے لائی رتھ ہٹ قبول نہ کیا۔ گاؤں اور افسار کے کی آگ سے ال الی صاف کوں نظر میں بھیل کے بنیں
 آج بھی مختلف اصناف ادب میں دہستان کے خصوصیت رنگ اور سحر آتے ہیں۔ اور صرف کر دہ گاؤں کی کا توجہ ہی کا جائزہ تو
 ثبات دیتا ہے۔ دہستان کی دیکھیں کہ کسی کورہ ہیں چلی آتے ہیں اسے سحر، یہ کہ چھوٹے چھوٹے ماسٹرسٹریٹ
 و رات سے دہستان کے گاؤں سے باہر کوں سے گاؤں کی چلی آتے ہیں دیکھیں رنگا۔ چیتا ہے دہستان کا گاؤں کا بہت بڑا بازار ہے۔ اسے سڑ
 قائم گاؤں اور عمرہ عمارتیں ہیں کہ ان کے درخت کا لہ لہ رہا ہے۔

[illegible]

حوالہ جات

- [illegible]

- ۳۔ سکر ایسٹن، ڈاکٹر "دست لوں کی طاقی کا وقت" ص ۴
- ۵۔ قربان شاہی، ڈاکٹر "۱۹۹۱ کی حکوم دات نیں" ص ۵۵
- ۶۔ ہوا کھر سیکھا بھولا، ڈاکٹر "دست لوں کی طاقی سمیت شہزادہ" دست لوں دات بے "مرتبہ نیلی اور تڑپن ۱۵ مارچ ۱۹۸۸ء، ۲۳ مارچ ۱۹۸۸ء، ۲۳ مارچ ۱۹۸۸ء
- ۷۔ دیپتی کھراول "کریب طاقی" مطبوعہ "دست لوں دات بے" ص ۱۲۱
- ۸۔ ایسا اچھ ۱۳۱
- ۹۔ شیش، نیلی اور ڈاکٹر "دست لوں کی طاقی، دست لوں دات بے" مطبوعہ "دست لوں دات بے" (۱۹۸۸ء) ص ۳
- ۱۰۔ قربان شاہی، ڈاکٹر "دست لوں کی طاقی سمیت شہزادہ" دست لوں دات بے "مرتبہ نیلی اور تڑپن ۱۵ مارچ ۱۹۸۸ء، ۲۳ مارچ ۱۹۸۸ء، ۲۳ مارچ ۱۹۸۸ء

۱۰ کفر و شرک

مسئله ۲۳۹

لاہور کانٹنمنٹ ہوائی خواتین میں بدوشی لاہور

مذہب سجاد حیدر کی سوانحی تحریریں

Nazir Sajjad was an outstanding writer of her time. Her writings were published almost in every literary magazine of repute. She is said to be the first short story writer of Urdu. Even if this claim is not acceptable because of some doubts, it cannot be rejected that she was the first women short story writer. More than six collections of short stories can be prepared from her writings. She was a popular novelist of her times. She wrote her autobiography in the form of a Diary (*Roznamah*) and Memoir (*Sarguzisht*) that was published in various issues of *Tehzeeb-e-Niswan* of Lahore and *Ishtak* of Karachi. But it is deplorable that in our times no one knows even her name. And in the books of history of Urdu biography, novel and short story not a single line is found about her literary achievements with the exception of few words about her novels only. Her Memoirs and Diary are a treasure of cultural information of her times. Apart from their historical value these writings have a fine flavour and charming prose style. The writer of present article has tried to bring into light the salient features of Nazir Sajjad's Diary and Memoirs.

(علامہ حبیب الرحمن صاحب کی ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۲ء کے تہذیبِ لسانی کے مجلدوں میں شائع ہو گیا)

دو روپوں کا بچہ، بالخصوص سرری، ملتی اور گھسے ہوئے بچوں کو روکنا ہے (۱۵)۔ اسے نذرانجات ایک طرف سے کوس Notes پر درداشت سے مسئلے کی تحریر ہوتے ہیں۔ اس سے اس کا نقشہ دکھائی دے گا کہ اس کے اندرون میں وہی مصلحت، پہلو، اور ہر گھبراہٹ بچہ بچہ سرکنا ہے۔ اس کے لئے آپ جتنے سے گہنی اور گھسیل ہوئی ہے سرری چن کے بجائے انہماک اور توجہ کے عناصر صاف نظر آتے ہیں۔ میں اپنی نذرانجات سے اس کا اس سے لے کر اس کے اور کئی اور غرض سے توجہ دینی اور توجہ دہا میرے کے لئے، انہماک سے ایک ایک الفاظ کو پیش کرتی ہوں۔ پہلے چاہیے کہ دیکھنے کا ایک گھبراہٹ ہو:

۱۵ جولائی ۱۹۴۴ء۔ مکتبہ جلیں سوچنا اور گھسنا۔۔۔ اور ہر سوچ یہ اپنی طرف سے کرنا جس وقت کہ ایک دس چھپا ہوا مضمون ہوتی ہے۔ مگر روک کر اپنی جلی میں واقعہ سے اس کا نظریہ سوتا۔ انہماک اس کا بچہ صاف دیکھنے سے بچا ہوا ہوتا ہے۔۔۔ "س" کا "ک" کا صدقہ یا قریب سے چند جہ سے اس سے نہ نہ نام گھسنا ہے۔۔۔ Sure کا ایک دروہہ (Circumstance) کا صاف مضمون۔ مگر یہ سے لڑا دینا، بار بار کہنی پر قلم دہا ہے جو دیکھنے یا پڑھنے کے بعد گھسنا د مضمون یا دوسرا، انہماک کر کے۔۔۔ تمام کو تسلیم متاثر کی عادت کو گئی ہے چارے کو دوسری طرح دے لے لے (Relapse) ہوا ہے اور تیسری ۹۹ اور ۹۸ کے درمیان رہتا ہے باقی عادت تسلیم کر لیں۔ گیارہ بیٹے دیکھ کر کہنا کھانے پر کچھ دے باغ سے کھینچ کر دے چھوٹی میں مکتی رہے۔۔۔

چاہیے کہ اس تحریر کا سرری پن ہوا ہے اس کے بار بار اس کا انداز (کہنا: کھانے کا اور پھیرے پر چلنے کا)۔ اس کا "م" (م) اور "ن" کی کھلی کھلی ہے، کھلی ہی نظر میں سامنے آجاتی ہیں۔ اس کے تہہ میں خود ہر گھبراہٹ کی دہانچے کے مسئلے کی توجہ کا نقطہ ہے۔۔۔ درست ہے۔۔۔ مصداق اور نہ سکتی ہے لیکن اس نے انہماک اور اس سے ایک معیاروں اور اس چاہیے آپ جتنی کہ اس کا صاف صاف واضح افسانہ کر دے ہیں۔

"مجموعہ ۱۹۵۹ء۔ آج اس سے دو مقام بھی چھوٹے۔ باقی جہاں دینے میں نہیں سب سے زیادہ چھوٹے۔۔۔
کو خواب بھی آخر کی طاقت اور ۱۱ جولائی ۱۹۵۹ء

بہت سی غلطیوں بھی۔۔۔ نشان پائی گئی

قرنی کوئی، ایک گھر چھوٹا اور سڑکی تھا

۲۹ مئی ۱۹۴۲ء۔ آج کا سرری روک کر اس تحریر کی در توجہ لارے لے لے جو انہماک میں گھبراہٹ میں ہوا ہے۔۔۔ اس کے بار بار اس کی سنے آئے۔ لے میں غرض کی "د" اور غرض اور اس سے انہماک میں مصداق جس کے گھبراہٹ بڑا فکر ہے۔۔۔ سب اس کی خوش آواز ہے گھر صاحب۔۔۔ ہر گھبراہٹ میں اس کے جتنے جتنے سے ساراں کہ کر کسی کی یاد میں ہے اس کی ذہن جا رہا تھا۔ آواز اس سے سب سے زیادہ خوش ہے اس کی اور انہماک سے کرنے دینی اس دینا میں سوچا دیکھ میں ایک گھر جو میں بھی اس کی دینا میں گھبراہٹ تھا۔

تو بچے کے قریب سے پھر کھینچ کر کھینچ سے نہیں آگئے۔۔۔ دینا میں دہائی اور خوشی کی فکر سب سے گھر کی شرم سے چہ بیٹے

- [illegible]

ڈاکٹر محمد حنیف مدنی
 سنیٹ پروفیسر
 نیشنل آف اسلامک سٹڈیز
 عمرکلیں، اسلام آباد

”تفہیم القرآن“ کی تمثیلات و تشبیہات: ایک انتخاب

Throughout the human history the use of allegories, parables, fables and metaphors has been witnessed in the religious scriptures, sermons of the prophets, writings of the poets, poets and intellectuals, in which objects, persons, and actions in a narrative have meanings that lie outside the narrative itself. The underlying meaning has religious, moral, social, economic or political significance, and the characters are often representations of abstract ideas as charity, greed, envy, or enmity. This legacy continues till today. This paper attempts to present a collection of the allegories and parables used in the Urdu exegesis "Tafhīm al-Qur'an" written by Sayyid Abul A'la Mawdūdī (1903-1979), a renowned scholar of the Islamic world of the 20th century, who was acknowledged for his intellectual and academic contributions to Islamic sciences.

قرآن کے طویل بیان پر مختلف روایوں سے غور کیا گیا ہے۔ بعض علماء و محققین نے قرآن کی ادبیات، شعریت اور قصص کا جو رویہ سہو سے دیکھا ہے۔ مگر ان کے حوالے سے یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن کی حقیقت و حقیقت کا یہ تصور ہے۔ اس سبب میں تشبیہات و قرآنی کے مطالعہ کے لیے ایک اہم قرآنی میدان کی حقیقت دیکھنا ہے۔

قرآن کا آغاز یہ کہ صرف علم و حکمت کی تصویر دیتا ہے بلکہ اس کی تعلیم کو دل و دماغ کی گہرائیوں میں اتار دے گا۔ یہ نہایت خوبصورت تشبیہات سے آگے بڑھتا ہے۔ قرآن کی تشبیہات و قصص و حکماء اور ان کی حقیقت سے آگے بڑھ کر ان کی حقیقت کو سچے سمجھ کر کہتا ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ”یہ دین ہے جو تم کو سچا اور سچا بنا دے گا۔“ یہ دین ہے جو تم کو سچا اور سچا بنا دے گا۔ اس میں تلاوت، اشعار، قرآن کی تشبیہات، اسے نہایت ہی سچے و سچے اور ان کا استعمال تلاوت اور دماغ کے لحاظ سے ہے اور نہ صرف ان کے لیے بلکہ ان کی ضرورت بھی پوری کرتا ہے۔

قرآن کے اس اسلوب سے حجاز بھر کر دنیا کے ہر دور میں ہر علم و ہر علم و ہر علم کے لیے قرآن کی اصطلاحات، محلوں اور محلوں کو نہ صرف اہمیت دینا بلکہ ان کی تشبیہات و تشبیہات میں قرآن کے لیے سبب حال تشبیہات بھی

[illegible]

۱۰۰۔ انسان کو کچھ بھی کرنا چاہیے اس کی خواہش کرنا کہ وہ اپنے گھر بھی چاہے کہ وہاں ۱۱۱۱۱۱ کرے۔
جسے ۔ انسان کے لئے وہ گھر گھر چاہیے وہ شخص اس کی خواہش اس کے لئے کافی ہے کہ وہاں نہ ہو کہ نہ
تھیں کرنا وہ کچھ بھی کرنا چاہیے، بلکہ اس کی تعلیم کرنا کہ وہ منہ سے نہ نکالے اس کی خواہش کہ وہ جس قدر کہ
خوبی نکالے، اس کے لئے وہ کرنا چاہیے کہ وہ اس کے لئے وہ کرنا چاہیے۔^{۱۱}

”میں ۱۱۱ھ کی بغاوت کی حرکات سے ہی اس وقت میں بکریہ شروع ہوئی۔ کچھ لوگ ان سے بیڑوں میں جا کر ہمارے پاس پہنچ کر اپنے دلوں میں سوچتے تھے، ان سے بھی دو تہہ بہ تہہ ہے۔ ۱۰۰۰ کے اندر دیکھ کر ان کا کہنا ہے کہ ہم نے ایک ایسے حکم سے غلطی سے دنیا معاش سے کیے، جسے میرے سب کو تو دل میں غریب ہے، اس کا صرف ایک مطلب نہیں ہے کہ اگر وہ اسے باہر ہو سکتے ہیں۔ یہ سب کے سب مطلب ہے کہ ہم نے اپنی زبانوں سے دو راہ دیا۔ دوسرے درخت سے پھل پکرا چکے تھے تو ہم نے ایک ایک کھرم پھل بھی نہ دیں گے۔“

یہ بات اس کی سچائی اور حقیقت پر غور کرنے کے لئے اور شواہد کے ساتھ

”جہ رنگی اس دکانی دکاندار سے خالی ہوں میں کھنکھر ٹھوس آقا سے جسے خصوصی مواقع پر ^{۱۱۱} کے جانے اہل مہارت اور
دینی خدمات میں مثال کے طور پر کسی کے لئے اسے حاجے کے عہدے پر بھیجا تھا، کسی اور شخص صاحب کی خاص ضرورت کی
بجائے اس کے ^{۱۱۲}۔“

”ایک گیزہ روح کا استحقاق، اور ہر ایک کا حصہ کی بات، مگر اور اس کا حصہ کی بجائے اور خوشیوں کے ساتھ ہے۔“

۴۔ نزولِ وحی کے دوران جلدی یاد کرنے اور اپنی زبان کو حرکت دینے کی ممانعت

۶ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آنے کی نوعیت

۴۳. ! اے کائنات کی خستہ

۱۳۔ گزرتے ہوئے زمانے کی قسم کھانے کا مطلب

۴۔ محرم زوج کے ساتھ رہتا ہے

۳۶۔ بعد از مرگ ٹیکہ لہر نہ دینا کا احوال

۳۳۔ ایضاً (جز) اور ایضاً ثواب کی حقیقت

۳۳۔ جنہ کا باطن میں

[illegible]

آپ نے ان لوگوں کو بھی دیکھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا سے الگ رہنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے جسے وہی کتاب درود
کتاب ہے۔ یہ کتاب ان سے چھڑا دی گئی ہے۔ ۲۹

[illegible][illegible]

”جو شخص بھی نماز کی قیامت پر ذرا غور کرے تو وہ تسلیم کرے گا کہ انسان کو براہوں سے دیکھنے کے لیے جتنے ایک بھی

خریقہ کر دے اور وہ بقیہ اپنے حق کریم کو جمع تو کھدے اور پھر وہ بقیہ کریم کو جمع کر دے کہ جسے وہ اپ
 گا۔ یہ ساری کیفیت جس صورت میں ہے یعنی جو پہلی ہے وہ آپ کے لیے ہے، یہی کہ فرم ہے کہ اس نے ہاتھ نہ چڑا کر کی ہے نہ ہوا
 وہ یہ موقع فریق کہ چاہئے تو قرآن میں یہ سے نکلے گی نہیں، پھر اسے جس موقع پر کر دے یہ بھی ایک سوانہ کی ہے ہاتھ
 سے نہیں، اور ۴:۵۵ پھر وہاں کی یہ ہے کہ یہ ہے۔ صورت معطل آ رہی ہو تو اس کیفیت کی آثار عادت کیا ہے؟^{۲۸}

عقائد خاص

- ۱۔ ہر ایک سوانہ میں "قرآن مجید" جگہ "اسلام" کے ساتھ مل کر لکھا گیا ہے۔^{۲۹} اس کے ساتھ
- ۲۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۳۰} اس کے ساتھ
- ۳۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۳۱} اس کے ساتھ
- ۴۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۳۲} اس کے ساتھ
- ۵۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۳۳} اس کے ساتھ
- ۶۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۳۴} اس کے ساتھ
- ۷۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۳۵} اس کے ساتھ
- ۸۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۳۶} اس کے ساتھ
- ۹۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۳۷} اس کے ساتھ
- ۱۰۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۳۸} اس کے ساتھ
- ۱۱۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۳۹} اس کے ساتھ
- ۱۲۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۴۰} اس کے ساتھ
- ۱۳۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۴۱} اس کے ساتھ
- ۱۴۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۴۲} اس کے ساتھ
- ۱۵۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۴۳} اس کے ساتھ
- ۱۶۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۴۴} اس کے ساتھ
- ۱۷۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۴۵} اس کے ساتھ
- ۱۸۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۴۶} اس کے ساتھ
- ۱۹۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۴۷} اس کے ساتھ
- ۲۰۔ "قرآن مجید" کے ساتھ "قرآن مجید" لکھا گیا ہے۔^{۴۸} اس کے ساتھ

ڈاکٹر محمد آصف ایمان
فہمہ ریلوے، جی ٹی پی ٹیڈورٹی، فیصل آباد

مولانا غلام رسول مہر - بحیثیت سیاست دان

This article reveals the fact that Moulana Ghulam Rasool Mehar though a great Urdu writer and journalist, was also an active political worker and he as such, contributed a lot at every stage of the movement of Pakistan. He devoted all of his faculties to serve the Muslims of India. He believed that only a separate homeland can assure real freedom. He stood for the ideology and became mouthpiece of Muslims of India. It was he who framed the comprehensive "Pakistan Scheme" in February, 1940, on the basis of which manuscript of "Pakistan Resolution" was prepared.

۱۸۵۷ء کے جدِ مسلم معاشرے میں وہ بیرونی سے دیکھ کر بڑے دلیرانہ طور پر حمایت لیا کرتا تھا۔ ایک مذہب اور دوسرا سیاست انگریزوں سے مسلمانوں کو یہ سننا تھا کہ یہ مذہب نہیں کیا بلکہ مسلم معاشرت کی ایک ہی حالت دیکھی جائے کہ ان لوگوں پر چاہی اس میں اس کی ضرورت سے محبت ہے۔ لے: "اسکا" میں سے صرف اس باب کو غور کریں کہ اس کے خلاف شدید رائے کا اظہار بھی کیا۔ لیکن وہ بالکل حق کسی کے اثرات مولانا مہر کے ذہن و قلب پر بھی مرتب ہوئے جس کے باعث "مہر صاحب کوئی مذہب" صاحب بھی نہیں، یہ سیاست اور مذہب کے معاملہ کا شکی پیدا ہوا۔"

"مولانا غلام رسول مہر" نے "حزب احمد" کے نام سے دو توجہ کیوں کیا؟ اور کیا ان کا مقصد قوم کی ترقی اور بڑی کر، اور اس سے امر آراء اور جد - جد و جہد کر کے، "مولانا مہر" نے اپنی جاب بھی جی جی کہ جب انہوں نے "حزب احمد" کی، "مولانا مہر" نے "حزب احمد" میں شمولیت کر لی اور بہت کچھ پی کی ہیں کہ جب "مولانا مہر" نے اپنی جاب میں اپنا "حزب احمد" کی توجہ اور "حزب احمد" سے دلچسپی کا اظہار کیا ہے اس سے بڑے راست سے معاملہ کی کامیابی کا دلچسپی ہوا۔

۱۹۴۰ء میں ایک ملاقات اپنے پر سے ۱۹۴۱ء کی، "مولانا مہر" نے اپنی توجہ میں جاب احمد کی، ان مسئلے میں "مولانا مہر" دو توجہ کو "مولانا مہر" میں شمولیت کر لی اور بہت کچھ پی کی ہیں کہ جب "مولانا مہر" نے اپنی جاب میں اپنا "حزب احمد" کی توجہ اور "حزب احمد" سے دلچسپی کا اظہار کیا ہے اس سے بڑے راست سے معاملہ کی کامیابی کا دلچسپی ہوا۔

مولانا مہر نے لکھا ہے:

۲۷۔ دربرجسہ، لکھنؤ، ۱۹۳۹ء

۲۸۔ ایچنا، کولکٹہ، ۱۹۳۷ء

۲۹۔ علی محمد، شریف، حق، اسلام آباد، ۱۹۷۱ء؛ سید، انیسیم، ایک صدی "مرحوم" جی، صبا، گلبرج، چٹائی، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء، ۲۲-۲۳

۳۰۔ محمد، لکھنؤ، ۱۹۸۱ء

۳۱۔ مسعود، ۱۹۸۱ء، ۲۲-۲۳

۳۲۔ عزم، ۱۹۸۱ء، ۲۲-۲۳

میں بھی شک ہیں کہ چار مہینے تو "سارنگ" پاگوں کو لے چکا ہے جس میں مسلمانوں نے اسی رنگ و اختیار کرنا ہے۔ ۱۰۔ اہل اقلیت کرتے جاتے ہیں۔ عام طور پر کوئی دھپا میں ایک دست لکھوا ہوگی۔ یہ وہ ہے جو بدلتی ہوئی ترقی پر پہلے ہوئے کیا وہ مسلمان نظر آئے گا جو ہستے ہستے ہوگا۔^۸

شرکاء یہ سروس سروس سے بہت اہمیت کا حامل تھا کہ اس میں جو مسلمان شامل ہوتا تھا وہ نہ صرف اس وقت میں ہر وقت چاہے ملک کی سیاست رکھتا تھا۔ چنانچہ شرک

--- اب گورنر جنرل کے "اب کے" پہلے سے بیرونی کا مسند "وقف" کو چھوے۔ اس میں شامل ہوئے تھے یہی پہلی پہلی تھی وہ ایسے مسلمانوں اور ایسے جہات سے تھے کہ اس کے وقت سے اس میں پہلے آدھ سکتے ہیں۔^۹

میں طرف اس سے "تقدیر" "اسلام" "وہیت" میں چلی تھی وہ پہلے کا نہیں تھا۔ یہاں تھا اسی طرح "راؤ" "راؤ" بھی پہلے میں جی قدر وضاحت رکھتا تھا یہی وہ ہے جس سے اس وقت کے مسلمانوں کو بہت حسدات کیے گئے اور اس میں اس بلوچوں کو نہ صرف شہرہ دی اس پر نماز پہلے بھی اس کی شہادت تھی

دل گوارا جس کو پہلے نے نہ تھا کہ جی میں نظر سے دیکھتا تھا۔ اس سے پہلے وہیں ہر طرح کی بہت تھی اس وقت کے دور میں اس کا یہ بھی کہ اس کا یہ بھی کہ اس سے اس میں اس کی ایک ہی وہ بلوچوں کو نہ صرف شہرہ دی اس پر نماز پہلے بھی اس کی شہادت تھی

میں طرف اس سے "تقدیر" "اسلام" "وہیت" میں چلی تھی وہ پہلے کا نہیں تھا۔ یہاں تھا اسی طرح "راؤ" "راؤ" بھی پہلے میں جی قدر وضاحت رکھتا تھا یہی وہ ہے جس سے اس وقت کے مسلمانوں کو بہت حسدات کیے گئے اور اس میں اس بلوچوں کو نہ صرف شہرہ دی اس پر نماز پہلے بھی اس کی شہادت تھی

میں طرف اس سے "تقدیر" "اسلام" "وہیت" میں چلی تھی وہ پہلے کا نہیں تھا۔ یہاں تھا اسی طرح "راؤ" "راؤ" بھی پہلے میں جی قدر وضاحت رکھتا تھا یہی وہ ہے جس سے اس وقت کے مسلمانوں کو بہت حسدات کیے گئے اور اس میں اس بلوچوں کو نہ صرف شہرہ دی اس پر نماز پہلے بھی اس کی شہادت تھی

میں طرف اس سے "تقدیر" "اسلام" "وہیت" میں چلی تھی وہ پہلے کا نہیں تھا۔ یہاں تھا اسی طرح "راؤ" "راؤ" بھی پہلے میں جی قدر وضاحت رکھتا تھا یہی وہ ہے جس سے اس وقت کے مسلمانوں کو بہت حسدات کیے گئے اور اس میں اس بلوچوں کو نہ صرف شہرہ دی اس پر نماز پہلے بھی اس کی شہادت تھی

حوادث

- [illegible]

- ۱۶۔ احمد رضا خان کاکلی "اشکال و مسائل" (۱۱ اردو) ادب لطیف، انگریز نمبر ۳۳، ۱۹۵۵ء، شمارہ ۳۶، ص ۳۰۔
- ۱۷۔ آصف فرقی، "انگریز" شمس المصطفیٰ، فریق، "۱۹۷۶ء" پاکستان اکادمی، لاہور، ص ۱۷۶۔
- ۱۸۔ "نور" ص ۱۰، "پہلے" ص ۱۱، ادب لطیف، انگریز ۱۲، ص ۲۹۔
- ۱۹۔ بشری جگر "نئی نئی" ادب لطیف، سرگودھا، ص ۳۳، ص ۵۹۔
- ۲۰۔ "نکاح" ص ۱۰، "نکاح" ص ۱۱، "نکاح" ص ۱۲، "نکاح" ص ۱۳، "نکاح" ص ۱۴۔
- ۲۱۔ "نکاح" ص ۱۵، "نکاح" ص ۱۶، "نکاح" ص ۱۷، "نکاح" ص ۱۸، "نکاح" ص ۱۹۔
- ۲۲۔ "نکاح" ص ۲۰، "نکاح" ص ۲۱، "نکاح" ص ۲۲، "نکاح" ص ۲۳، "نکاح" ص ۲۴۔
- ۲۳۔ "نکاح" ص ۲۵، "نکاح" ص ۲۶، "نکاح" ص ۲۷، "نکاح" ص ۲۸، "نکاح" ص ۲۹۔
- ۲۴۔ "نکاح" ص ۳۰، "نکاح" ص ۳۱، "نکاح" ص ۳۲، "نکاح" ص ۳۳، "نکاح" ص ۳۴۔

رنگی کے سائل اور جو کہ کوہلوں سے متعلق سو سے زائد آسانی شناخت کروائی گھوٹوں میں ساکھائی سے سواڑ میں سے بعد میں
 ۴۰ کے نظم نگاروں کی بھی اہمیت محسوس ہے۔ اور ان شعراء نے مجید احمد نے شمع رنگ سے بنے گھنٹی اداکات کی صداقت
 ن اور حلائی کی۔ 60ء کی دہائی سے شعراء سے اور نظم میں مہمان کے عاشق بنے۔ تو ہی قصور سر کھلی کر اور وہ رنگی سے سہیو کو
 اس کے بعد ۱۰۰ انگلیز سے لگ کر تے ہوئے اس شعراء کا رات کے ساتھ مزاحیہ اس کی مثال نہیں جیتی کا مرنے سے یہاں
 مٹی ہے۔ اس دور میں اور نظم میں خود سے مستولی اور مرنے کی محبت اپنے کا ایک روپ بھی نظر آتا ہے۔ اس کی جگہ۔ انکار جانب
 سے کی۔ انھوں نے نظم کا لسان بیک صداقت کرنے کی دہلی کی۔ بی بی شری کے اس قصور کی جگہ کی ثابت ہے کہ مرنے
 بعد ریاض کی پہلی شے 60ء یعنی کی مٹوں کی شری کے لعل کی چلی۔ مرنے کی کلیتہ سے یہ رنگوں کا نام نہ تے۔ ہونے سے
 سبب اور نظم کی کلیتہ کا باعث نہ بن سکا۔

۴۱ شہنشاہی پس پیاس رسول کی نظم مرنے اعتبار سے دوڑوں کیسے سے حجاز کی ہے۔ اس کے تحت تحقیق کاہلوں سے نہ جانی
 سے آشوب سے موت سے ہے۔ اعلیٰ اور خاتون میں بحر لکائی صورت کائی۔ یہ وہ تھاں موت کے ساتھ مرنے کا ہے جس کی
 مہم۔ مہم میں سے کی ہیں۔ ان سے ہے کہ وہ شعراء کی کا تہہ جی تکر شری رنگی اور اس سے سائل سے مہارت ہے جس سے
 ہاں سے ہے۔ انہوں نے پس کی کا جوش نظر آتا ہے اس میں شری قمر مجید، مہارک احمد، رفیع زکریا، علی اعظم، احمد یزید، عذر
 مہارک اور محمد اشہد، یہ وہ نام کیے جاتے ہیں۔ مجید وہ شعراء کی سے جاتی ہے میں نہیں نہ کسی قصور کی رنگی سے پڑا ہو جو میں
 اس سے ہاں میں اور محبت سے گہر سے انصاف کے تحت تجانی مرنے کی کے سوا صلیانہ جنت کے حال نظر آتے ہیں۔ مگر میں
 اور جن کا مجید بھی اپنی شعراء میں ہے۔

۴۲ علامہ انجم پانچویں نظر ولس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہم شاعری کے عجیب سے بہت عہد میں رہیں گے۔ یہ ہے۔ مجید
 اور دھرمین شعراء کی تہائی لعل شعراء اس مرنے کی وحدت کے لیے کافی ہے کہ یہ عہد کا تجلی کا ہے اس کی تہائی میں مدعو
 رہتا ہے۔ پس کی عہد میں بہت سے شعراء گھنٹی مرنے کے خلف رات اپناتے ہیں مگر اس سے کوئی ایسا بھی سے شری
 تجلی کی طرف کا کی دربار پس۔ دیکھتے ہیں کہ اس عہد سے یہ سوال اس شری کی شریوت دیکھنے میں یہی بہت کا عالم
 ہے۔ کیونکہ یہ وہ عہد کا ایک کوئی تاثر بھی ہوتا ہے اور اس کی شاعری اپنے زمانے سے قصار سے ہاں بھی گھنٹی ہے۔ مگر میں
 اور اس سے گھنٹی شعور کی تہائی خصوصیت بھی ہے کہ وہ اپنے مرنے سے عہد ہونے بھی اور اپنے مقادیر کا ہے۔ یہ عہد ایک ایسے
 جذبہ کی مسئلہ کی شاعری کو سکا ہے جو راز راز کا شہر ہاں ہاں ہے۔ دارا اجمی اور جن، دارا تارقی شعراء، ہر حقیقت کی طرف دارا
 راب غرض سے اس شری میں۔ رنگی سے تہہ جو اس کا جب بھی ہے۔ اس کا وہی شری و مہربان، اس کا ایک ساتھ مرنے سے
 اور نہاں ہوتی کا جب ہاں ہے اس کا جب بھی ہے۔ اس کا وہی شری و مہربان، اس کا ایک ساتھ مرنے سے
 انظر اور اس کا احساس اس سے ہاں کچھ شری ہے اور اس احساس کا جو دارا نے والی اصل حقیقت اس کی پٹی تجانی شناخت کا
 قصور سے۔ اور اس کی وہی نظر سے اس میں اس کی لکھیں اپنے مہر کی جانی، راجانی اور ان کی انداز مہر کرتے ہوئے پٹی مہم بہت
 ہم پر واضح کرتی ہیں۔

ہوٹ کر دے ہیں، کھدے ہیں، ہوا کھدے کرتے ہیں

چڑیاں پکا دیش پ، کھنگھڑا زرد گھس

ہر سے کھٹے کھٹکڑا دیش روکھ چھاپ

وہ وہ کھٹکھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے

دکھن میں کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

رہتے ہیں کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

ہے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے (کھٹکھٹے کھٹکھٹے...)

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے کھٹکھٹے

تو ہوا وہ وحش؟ ہے نہ اس افتاد سے کچھ مسلم اہل عرب کی عین محاصرہ وہ درمیان نہ چل کر کیٹھن رکھی ہیں جس کے ذریعے قرہ کے اہلن سے معاشرے تک اور معاشرے سے کل ترابی غیبت کے داخلی مسئلوں تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

کئی گھنٹہ پہلے ملی کی آواز کی

چند برقی نہیں، آگ کھل گئی نہیں

اک سیر داکڑ، جس کے چاروں طرف

بے کس ہے اپنی کھولتی ہے ریش

ہر نئے دن کی پتوں میں مثال یہاں

اک اگلاستہ غم، ہر دے بانگی

تو میں دہم دھمکن سے روٹ گیا تو کیا

میں بھی سی بی ٹی سی عساکر۔ (صبح ہوئے علی دینا۔)

پہلے خود اپنی کھول ہے

امید سے غافل بھی ہے

اسیر سے آیا بھی

برقی ہوئی، کلن ہوئی، آگ ہے تیرہ پڑ بھی

نہاں بہ دیوار ہے

چٹ کر کوئی چائے کھان

چھٹا خود یہاں پر تیرہ بھی

اور خود ہی پہرے دار بھی وہاں بھی اور صبح بھی۔ (ایکے بھٹ شہر کے آگے چلے)

بظاہر تو یہ بات وہی تھی جو میرا کیا گیا ہے اور تاریخ اور وقت کے ہر سے شکل ہونے والی اس جہت کا ادراک بھی کیا گیا ہے اور قرہ سے ہائی معاشی اور مدول اقسام کے نتیجے میں اس کی داخلی تعلیمات سے کسے کا کھٹ لگتی ہے۔ کیونکہ مسئلہ دراصل یہ ہے کہ یہ تعلیمات کا نہیں، بلکہ جان اور جسمانی زندگی کا ہے۔ مبنی طبعیت انسان کی ہمیت انسان کی شناخت اور اس کی تعلیم ہوئی ہوئی چھٹوں کی اصل یہ ہے۔ یہ وہاں لیا ہے کہ وہ نہ سیکھ سکتے ہیں کہ کس کس جگہ میں رہتی ہیں گے۔ کائنات سے بدھ ہوا بھی۔ ہونے اور نہ ہونے کی ایک ایسی تخیل ہے جو کہی دیا ہے اپنی۔ مگر یہ بت کے کھٹوں کی تلاش ہے۔ ایک نئی یا جس میں معلوم ہو کہ وہ کون کون سے جگہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ کس کس جگہ کی باہریت سے قرہ کی کھٹ کا کھٹ ہے جو کہ وہاں سے نہ کر

ہم پانڈیش پہلے سے ہے جس رانی (۳۰) دہوئے کاشت

۲۔ کھسکوں، پنگھوہ، ہر سہ ماہی

ایک کوئی ہوئی چھت، رنگ لے لیں

کسی کڑکی میں سے چائے کی اگلی ہوئی کاش

اودھ جتنے ٹانگوں میں گھڑے ہیں وہیں ہر تھی

چہ رنجہ اکی چھ پینٹ میں ہو

رنگہ ہر گھر، نی ڈاسی جھٹ سے تر

یاد کرتا ہوں اٹھیں جو گنجی مذہب سے بچاں

جن کی کچھوں سے لڑتا ہے ابھی تک یہ گھر (آب ہوں تھانے میں....)

اسی دن سے چکر چلی رہی گشتے ایسے ہوتے ہیں جن تک دہریہ صرف وہ سے دیر سے ہوتا ہے، اور اس کھٹک سے
رانی سے بغیر رانی کا حصول ممکن نہیں، ان کھٹکوں سے شاعر کے لیے بھی بیکہ خور و نگر، ارتقا کی ایسا سہارا ہے اس
ہے اور وہ کہ سے کھٹک سے تخلیق، انسان اور تخلیق کا کثرت سے رہنے تلاش کرتا نکھرتا ہے، یہاں تک اسے اپنے ہنر سے پرانی سے ملتا
معارف ہے جس کی سرحد بھی ہر پڑتا ہے، حالانکہ بلکہ بڑے عرصہ کی زندگی ہے آگے ۲۰ کروڑ سال بعد وراثت ہر وہ کی بھی
شور سے نہ رہی تھیں کو کھٹکوں کا شہر، ہے یہ ایک اور سرحد، یہ سچ ہے ایک گہری روحانی کھٹک، ساری مدد پرانی کی تھی دیا
سے آگے تک بھی ہوئی ہیں، اس سے ایک وقت ایک کھٹک اور ہر کے حقیقت، یاد دہانی کی تصویر تھی ہے، اب بے بہاں تر ہے
کی کا عرصہ صرف چار سو سالوں کی پانڈیش کی یاد دہانی، یاد دہانی بہت کچھ چھو چکا ہے۔

جہاں آگ بجھنے کو آگیاں، ہاں اسے سارے

دیکھتے ہوئے رنگ اور پیرا ہوتے ہیں

اکھڑے سے نہیں چلیں ہونے سے پہلے مرے دائیہ دیکھا

پوہولی پانڈیائے وراثت، مطلق؟

کئی کھٹک اور ناکی ٹام، کسے دہی میں

ان دھوپ اور چھاگ بھی ہر اڑاں نا چھٹ

کوئی جن کے ہر اڑاں کی کئی مدد سے گھر میں

نہ کھٹکوں، نہ یاد دہانی، نہ کڑوں سے کڑے کڑے

نہ کھٹکوں، نہ کڑوں، نہ یاد دہانی، نہ کڑوں سے کڑے کڑے

اس ہے nothingness سے مراد: اکتاہٹ ہو جو، نہیں بلکہ ذات کی جھٹکی کی طرف اشارہ ہے۔ ایک سبز کینٹ جو، اس مکان سے باہر ہے، اور اپنی ایک طرف میں یہ کینٹ، نمایاں کرتا ہے۔ کچھ سبز لڑکوں کی لنگر ہو جو اسے بچا لڑکی، اس کی باگلی، اسے مہمیت اور محرم حرکتیت جو اپنی عجیب کاری سے ہمیں سحر سے متاثر کرتی ہے۔ لیکن یہ درحقیقت alienation نہیں ہے، کیونکہ ان نظموں میں موجود کردار اپنے وجود کے شعور کے اندر میں ہی قدر سمجھتا ہے کہ اسے طرقت کی نہیں۔ وہ اس alienation کو محسوس کر سکے، اس لیے کہ وہ خود میں نہ اپنے شعور کے آگے نہ کی ضرورت سمجھتی ہے۔ یہاں alienation کو سمجھ کر کہاں نہیں جانا چھوڑنے کی افکار ہے۔ توئی وہ ایک ڈبہ ہاں سوئی، شہاد اور صورت عکاس: ناخوش اور ناخوش محسوس ہوتی ہیں۔ یہاں سے مسرت اس طور پر جاری ہوئے ہیں کہ وہ یہ کیفیت پہنچے گئی کہ وہ کچھ نہیں۔

مجھے اہل بی خبری میں جو چیز وہ ہے وہ ہے ایک۔

میں اہل گنت باتوں کی گردش کا شرب و جیہ

جو ہر سو ہوتی جو ہر سے جان اور میری آنکھوں

کو کچھ سے جھٹکتی ہوں ہر اندر میرے کچھ سے اندر اندر ہوتی ہوں

یہ وہاں جن میں کچھ سے ہر وہ سہتہ چلے گی سہتہ

یہ ہاں وہ جیسے والے تہ پھر

نہ حال آج کے سرخوں میں حق بہ حق ہنسنے میں چلے گئے

ہواں نہ چاہوں وہ خود ساریہ کردے

بلے گئے ہر خانہ رنگوں کا نقش سے جگہ جگہ

یہ شرب ہر گنت میں وہی ہوئی آگ کا شربت

سے فنی فیض کا ہر سو آئے ہر شرب یہاں پہ

خود چلے پھر سے وہ عورت کا رہا ہوں شاید کچھ کا کل۔ (یہ باتوں سے.....)

۴۔ میں چلتا ہوں سرخ جھانکے، نہ ہوا

شرقی سے چلتی ہے ہوا کا شرب سے

تک ان کی ہے کہاں کہاں، ماہ کا پیرا

میں ہوں اپنی دہا کا ہر سو

کہنا ہے کچھ سے جیسے کا رنگہ رنگہ مارا

اپنے ہاں میں آپ کی میں ہر صورت سے سحر ہے

مر کر جھانکے گئے ہاں کو کھانا چتا ہوں

یاد ہے مجھ کو جاگ بید ہونے کی سزا (سرخ چٹا آہیں۔۔۔۔۔)

اس لٹکوس میں apocalypse کا مفہوم موت کی کیفیت سے، اور یہ شعری ایک ایسے دہن یا شعاع کی طرف ہے جو سرپ اور خونی، ہمدرد خوف، شکست اور قریب آوروں کی تمام منزلوں سے گزر چکا ہے۔ یہ سب کچھ جو جس میں سب کچھ واقع ہو چکا ہے۔ سمجھتے ہیں کہ یہ جہاں کی اور تجربہ کی ہے۔ دست اور اب کی knowingness اس کے علاوہ کسی طرف آتی نہیں تھی۔

اگر وہ شعری روایت میں رات سیکڑا مچائی تو یہ سارا ہی ہے۔ حکم، ہدایتی، انکار اور مجرہ اس تمام سے کہ میں ایک دھڑک ہے کہ رات ڈھان کی کچھ جگہ ہے۔ جہاں سلیم الرحمن کے شعری گھوٹے میں رات کے خاص سے ٹکھیں رونے ہیں، میں نے ان ٹکھوں میں رات بھلے وقت کئی بار یہ وقت سے جو اہل اور برائیوں و بچے وقت میں جیسے ہوئے تھے۔ یہ لگتا ہے کہ رات کی یہ مدت، مثبت اور منفی، اس رات کا ۷۲ ہے۔ تاہم اس رات کا رنگ ہم یہ دیکھیں، دیکھی ہے۔ اس لیے موت کا ترانہ بھی ۱۱۱ شہت میں کرنا ایک اور فروغ کی رنگی میں چل جاتا ہے۔ جہاں سلیم الرحمن سے یہاں ایک خاموشی کا جات و گھٹکے سے آگیا یا ہے۔ یہ وہ پہلو ہے جس سے ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا ہے۔ شے کو اس طرف سے جو ہے کہ یہ پڑا چل سکر رہی اور اس کا سارا میں چل جاتا ہے۔ یہ ان جتنی زمینوں کی مہلت ہے جن سے یہ بعد گزردہ سے جس میں یہ دکھی ہے۔ تاہم اس بعد خوب، خواہش، موت اور اس کے علاوہ اس شعری میں دوبارہ آتے ہیں، جو شاعر کے داخلی آغوش کا حال ہیں جس میں تاریکی اور روشنی ایک ہی تصویر ہے۔ یہ وہ چل رہے ہیں، جیسے وہ دھڑک رہے تھے۔ سورج کی خواہش کرتا ہے اور وہ لکھنے کے ہر لکھی سے۔ جیسے وہ نہ جانتی تھی، اس کی جگہ نہ ہے۔ ایک ایک لکھی، ایک لکھی کی طرف کی تھی جس نے قدموں سے پیچھے ہے اور موت کی تہائی سے قدموں کے آگے۔ گہری سرنگی، مکہ اور رات سے رنگ کی تھی، یہ ان کی مکھی اور پیروں کے لیے جانہ۔ تہ لکھی ایک جگہ سے ہونے لگی۔ چہرہ لکھی اس کے لیے کی وضاحت کے لیے ڈیلی میں دھڑک کی چاہی ہیں۔

رات کی مٹی کی، مٹی میں چل چکی۔ رات

ہات کچے جیسے میں ہند لکھی، کچھ لکھیں

جب اس نے رونے چلا

۔ ہر چہرہ، ہر دم، کوئی، چلتی رہ

موجوں کے، ہر سے، ہر سے، اور وقت کی۔ خاک

پر ہر چہرہ، ہر گشت

ہر چہرہ کی ٹپ، میں چل رہے ہر سے چل رہے

چپے چپے کا ہر کا، ہر چاہتی آہ، چاہتی ہر کی ہر کی

رہت کے کلمے سے (رات ۲)

۱۔ راتھ اٹھ دے گا راتھ ستر، راتھ نکل

وقت کی پہچانی دے گا میں خود کی پرکاشہ
شروشہ کا سورسہ

راتھ کے تیل رواں میں بادیاں ہر دم کی
غم کو دھوئی کے چٹائی، دھوئی کے چٹائی

سج سے راتھ پہنچے، بادیاں، بادیاں، بادیاں
آؤں، راتھ کی پہچانی، چلیں، چلیں، چلیں

پے اٹھ کر راتھ کی یادگار (رات ۸)

۲۔ چمکے دھواں کا چمک کر کٹی رات میں

شعاعی، شعاعی سے دھواں کی چمک
عالمی، عالمی کا دھواں

ہر دم راتھ کی چمک، چمک کی چمک
چمک میں چمک، چمک میں چمک

اک چمک میں چمک، چمک میں چمک

راتھ کی چمک، چمک میں چمک

یادگار کا چمک (رات ۹)

چمک میں چمک، چمک میں چمک
چمک میں چمک، چمک میں چمک
چمک میں چمک، چمک میں چمک

چمک میں چمک، چمک میں چمک

چمک میں چمک، چمک میں چمک

پلنگ اڑنا، زشت

میں نے غرض

ایک آجی لے

ہمارے گھر میں لالچی ہے

اسی بچاں میں سب بچکا ہیں

اُس میں بھی بھینکوں تو کیا ہے

آفری سردی میں کہ کھاتا ہے

کوئی چاروں لفظہ کیسیری اثر ہے

دور کا قی دہائی

کوں ہے جو چاہے؟ (رات سے دوپہر ۱۱:۰۰ میں)

۲۔ اسی تھک لے لایہ سڑوں اور پچھنوں سے

شیر پاپے میں تو دودھ پھرے

جن سے کافوں میں لافوں کے جھوٹے

کھوکھلی کی چڑچاہٹ

آئے دن تم کو سلائی دیتے وہی

خدا کی شہریتوں میں شہر وں نہ ایک ذی

سازق اور پتہ پانی، کس بھڑوں

ہر کی سب سے ہر ملے پ

آج دیب دستان ام

انگوں اور انگوں تاریخ کے پچھلے کے پچھلے

سرور میں مقام تو

کل کی فکریں اور کھنڈریں سے چھین بھی لیں تو کسے کھنڈریں (کالم اور اڈا ہوں کے لیے نظم)

یہاں اب مردوں کی بات کرے واسطے اس شعر نے کچھ میں تھوڑی کاست جو آئی ہے۔ یہ محبت و محبہ نہ تھا کہ اور مرد

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی اردو خدمات

The article is meant to have an overview of the services for Urdu rendered by Dr. Ghulam Mustafa Khan, the renowned researcher, poet, critic and teacher. Some biographical detail has also been provided. Dr. Ghulam Mustafa Khan has more than one hundred books on his credit concerning Urdu, but the article is especially concerned with his linguistic and pedagogy books. He has been discussed here as a teacher and linguist.

[illegible]

۱۹۴۷ء کی آزادی کے وقت ملک کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ شمالی علاقوں کو پاکستان دیا گیا اور جنوبی علاقوں کو بھارت دیا گیا۔ پاکستان کی سرحدیں ۱۹۴۷ء کی آزادی کے وقت ہی بن گئیں۔ پاکستان کی سرحدیں ۱۹۴۷ء کی آزادی کے وقت ہی بن گئیں۔ پاکستان کی سرحدیں ۱۹۴۷ء کی آزادی کے وقت ہی بن گئیں۔

[illegible][illegible]

شیراز نقس داد

شعبہ ادبیات، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ضیا جالندھری کی شاعری میں معاشرتی عناصر

Zia Jallundhri was one of the leading poets who set trends in literature and made considerable addition to the poetic tradition of Urdu. Despite strong opposition from different elements, he achieved prominent position among the literary figures of the present particularly after independence as he took forward the artistic traditions of Urdu poetry through his graceful and versatile creativity. The author analyzes the social elements of Zia's poetry in the scenario of independence movement in the subcontinent.

شاعری معاشرے کا آئینہ ہوئی ہے ہمیشہ اور ادیب معاشرتی کیفیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ شاعر کا کام اپنے معاشرے کی بات کرنا، قوم کی ترقی کے لیے جس میں نہ صرف تخلیقی دماغ دیتے ہیں بلکہ اس کے سامنے نئی منزل بھی منکشف کرتے ہیں۔ اس لیے ہر شاعر کا ادیب اس خالص عہد کا نمائندہ بھی ہونا چاہیے۔ اگلے دور کا خوب نگاہ رکھنا اور اس شاعری کے حقیقی پیغام بھی رہا کہ شاعری کے لیے قلم اہل اور ادیب کی قیادت چاہیے۔ ان کے ہاں معاشرے میں رونے والا اور اقبال کے سب سے پہلے اس نعرے کو لے کر اور شاعری میں اصلاحی عناصر، ملاحظہ کیے اور ان کی ساری کامیابی، اس طرح شاعری کا جو تصور ہے کہ اس کے مطابق شاعری تو ان کی تخلیق ہوئی کہ ۱۹۵۰ء کی دہائی سے ہی شعور کے اسی مقصد کے تحت اپنے کام سے کام لے رہی تھی۔ ان کی شاعری میں مقصد بہت واضح رہا۔ ان کے ہاں ہر شاعر نے اس مقصد کے لیے نظریات سے انکشاف کیا۔ جدید شعروں نے نثر و شاعری کو کھل کر تقابلی طبع کا رویہ قرار دیا اور ادبی تخلیق کو سچے سچے کا کوئی اختیار اس کو اسے سے مثبتیت کو برقرار رکھنے کے لیے کہ جدید شعور شاعری کے انگریزی ماہر سے شاعرانہ نہیں کہ سائنس اہل کی روشنی پاؤں کے ساتھ انگریزوں کے اثرات سے متاثر بھی ہیں۔

دوسرے ممالک کے ادیب سے ضیا جالندھری کی بات کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کے دور کو اردو نظم کے قلم سے پہلے کا دور ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس دور میں گزشتہ دور کی طرح مدنی نے کہا جس پہلوں کی ترویج میں کرشمہ بزرگوں کے ہے۔ پہلوئی نکالیں ہیں۔ یہ کیفیت اور اس کی دونوں لحاظ سے اس دور کی شاعری میں وہ خوب اور رنگا رنگ ہے کہ ان سے پہلے کبھی نہیں آئی۔ اس عہد کی شاعری کی سب سے خصوصیات اس کی کھلم کھائی ہے۔ یہ شاعری رنگ کی ہے، یہ قدرتی ہے جس سے پہلے کبھی نہیں آئی۔

دورانے ۱۹۵۰ء کے انقلاب کے ساتھ جنرل یو۔ یو۔ خان کا دور۔ یہ انقلاب برصغیر پاک و ہند کے لیے صرف یہی انقلاب نہیں تھا بلکہ اس کے نتیجے میں تہذیبی زندگی میں بھی ایک بہت بڑا انقلاب آیا۔ اس کے بعد تہذیبی و ثقافتی زندگی میں رنگیں پیدا ہوئی۔ شاعری میں بھی اس سماجی تبدیلی میں خوب اثر پڑا۔ اس کے لیے نگاہیں رہا کہ ہر شاعر کو ہر شاعر کی زندگی۔ یہ عرصہ قلمی و ادبی انقلاب کا دور تھا۔ اس

یہ نظر کا تجربہ کرتے ہوئے میں نے دورے میں گئے ہیں۔ ”میری شہر سے چھ سیاحی جگہاں کا سیما۔ اگر یہ نہیں کہ دوڑتی دھاتی
 نہروں سے جاسے تو بالکل بے حرج اور فاضل ہے۔ یہ سب اپنی جگہ اپنی جگہ ہیں۔ شہر اور دیہات کا دورہ۔ راجستھان کا دورہ بھی دیتے
 ہیں اور ان کی قدر و قیمت کو سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔“
 انھوں نے کہا کہ راجستھان، پنجاب، سرگرم، گوالیار، پٹنہ اور دیگر جگہاں کی سیاحی جگہاں ہیں۔

جب ۱۶ جون ۱۹۵۷ء

اور ۱۷ جون ۱۹۵۷ء

نورمبہ میں

دوپہر ۱۲ بجے

تو کھڑے ہوئے

میرا دوست دیکھ کر

چل کر آئے تھے

جیسے ان کی نظروں میں

آئے دلا بھر

نورمبہ میں

(۱۹ جون ۱۹۵۷ء)

نورمبہ میں

میرا چاندھری کا ہونا کہ کوئی ایک سوڑے ہوئے اور ان کی نظر دیکھنے سے ہاتھ میں بے گن میرا ہے جو ان دیکھ کر انھوں کے
 شہر میں چلے جا رہے ہیں ان کی نظروں میں میرا کہ کوئی ایک سوڑے ہوئے اور ان کی نظر دیکھنے سے ہاتھ میں بے گن میرا ہے جو ان دیکھ کر انھوں کے
 گھر دیکھنے کے لئے آئے ہیں میرا کہ کوئی ایک سوڑے ہوئے اور ان کی نظر دیکھنے سے ہاتھ میں بے گن میرا ہے جو ان دیکھ کر انھوں کے
 انہوں میں کوئی ایک سوڑے ہوئے اور ان کی نظر دیکھنے سے ہاتھ میں بے گن میرا ہے جو ان دیکھ کر انھوں کے
 میں یہ میرا ہے۔ کاب سے گزرتی ہوئی ان کی سمت میں طرف اشارہ کیا تو اسے میرا کہ کوئی ایک سوڑے ہوئے اور ان کی نظر دیکھنے سے ہاتھ میں بے گن میرا ہے جو ان دیکھ کر انھوں کے

گنت و غیر سے گنت میں تو ہے، میں ہوں

میرا کہ کوئی ایک سوڑے ہوئے اور ان کی نظر دیکھنے سے ہاتھ میں بے گن میرا ہے جو ان دیکھ کر انھوں کے

نورمبہ میں

(۲۰ جون ۱۹۵۷ء)

نورمبہ میں

- ۱۔ وزیر آباد، ڈاکٹر محمد شامی کی مونیٹنگ، پاکستان ٹیلی ویژن، ۱۵ دسمبر ۱۹۷۶ء
- ۲۔ بیورو شین، "ڈاکٹر، نظم، میں"۔ نثر۔ ۳
- ۵۔ احمد ظاہر، تیسویں سیمینار، ۳۱ اگست ۱۹۵۵ء، ریلوے پانچ پاکستان، ۲۲ ستمبر ۱۹۵۶ء۔
- ۶۔ فتح محمد گل، "پروفیسر فیاض احمد علی کے خواب" (۱)، "مختصر تصانیف"، ۲۲ ستمبر ۱۹۸۱ء، ص ۳۱۱
- ۷۔ وزیر آباد، ڈاکٹر "فیاض احمد علی کی تحریروں" "مختصر تصانیف"، ۲۲ ستمبر ۱۹۶۸ء۔
- ۸۔ اختر عثمان، "مختصر سطور، مسنون، فیاض احمد علی کی ماں کے سوچ پر مبنی، اس وقت کی تقریب میں پڑھا گیا۔"

فیض: ایک انسان دوست شاعر

Faiz Ahmed Faiz is an ardent humanitarian as he gives revolutionary view of social change. He seeks to promote human welfare and advocates maximum freedom for common man to develop its individual talents and abilities. As a responsible and progressive intellectual, he is deeply concerned with common human needs. Faiz is adjacent particularly to the constraints, aspirations of deprived and oppressed classes and communities. He raised his voice against driving down wages and refusing social benefits for the workers and accumulation of wealth by the capitalists at their cost.

This paper is an attempt to highlight the outlook of Faiz as a poet emphasizing on parity in solving human problems. He concentrated on the struggle for subsistence and the conflict between economic classes based on Marxist humanism and religious ideals at the same time.

”انسان دوستی اس ذاتی دوسیدہ کام سے جو انسان اور اس کی خصوصیات، مصلحتات، دنیاوی خواہشات اور فطرت و جہاں کی اہمیت دیتا ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ کوئی شاعر تو انسان دوست نہ ہو۔ جیسے انسان جتنی ہی نہیں اور رہے۔ مگر مختلف ہوتے ہیں۔ یہ یا کہ کوئی بھی ملک انسان دشمن نہیں ہو سکتا یا پھر فلسفیانہ سطح پر تو انسان پرستی قائم نہ ہو۔ اسے دوسرے ملک بھی پہنچ سکتی ہے۔ غرضی قریب کے مفکر سے ملنے پر یہ لینی Humanism، ”دوست نظام یا فکر انسان کا مسلک“ ہے۔ اس میں انسان اور انسانی معاشرت کی بات ہے۔ ”کہانی جو ہے کہ humanist انسان پرست یا پرمادانیت یا مادی۔ اس معیار کا ایک مترادف Humanitarianism بھی ہے جسے علم و مصلحت کی دو سے فکر ہے۔ یہیت کہہ جائیے یہ علم و ادب کا ایک یہ اصول ہے جس سے مصلحتی انسان کی ذات کا ذکر کرے اس فکر یہ کہ ”حق و انسانی فلاح و ایجاد کی روشنی و روش“ بہت سمجھتا ہے۔ ”مصلحتی مفکروں سے ایک انسانیت سے نظر ہے جس کی تعریف سے باخبر ہو، بھی شامل ہوتا ہے۔ اس سے دور میں انسان کا احساس اور اس پریت کی فلاح، اس سے ہے کہ وہ ہے۔ ”فیض اور فیض کی اس دینی بھی کہہ سکتی ہے۔ ہر ملکوں سے شعوری طور پر اختیار ہے۔ ”حیات انسانی کی انسانی ہمدردی کا احساس اور اس ہمدردی میں حسب ترقی شکتی روح کی کاغذات ہی نہیں بلکہ باطنی گہما گہما ہے۔“ اور فیض نے شامی سے ہم سے واضح ہے۔ حضور نے واقعی انسانی فلاح و ہمدردی کا تقاضا کیا اور اسے وقتی مفادات کو ڈالنے کا ایک فرضی طریقہ ملتا ہے۔

یہاں سے ہم نے دیکھ کر اور دیکھیں گے

اور ہاں فلاح و صحت ہمارا کام ہے

تَحِيَّاتُ الْحَرَمِ تَرْقَى

تَجَرُّبُهُ فِي الْمَدِينَةِ (الْقَابِلُ)

لیکن انسان سے محبت کو اچھے طریقہ کی سہولت اپنے الفاظ میں دے رہا ہے

[illegible]

حوالہ پنجم و حواشی

- ۱- انگریزوں نے پہلی بار ۱۸۰۱ء میں انڈیا میں ۱۹۰۰ روپے کی رقم وصول کی۔
- ۲- قومی گزٹ میں ۱۸۵۷ء کی طرف سے انگریزوں نے پہلی بار انڈیا میں ۱۹۰۰ روپے کی رقم وصول کی۔
- ۳- پہلی بار ۱۸۵۷ء کی طرف سے انگریزوں نے پہلی بار انڈیا میں ۱۹۰۰ روپے کی رقم وصول کی۔
- ۴- قومی گزٹ میں ۱۸۵۷ء کی طرف سے انگریزوں نے پہلی بار انڈیا میں ۱۹۰۰ روپے کی رقم وصول کی۔

”نہیں کارن فی غفرت کا افسر روایت فی پاسواری سے روایا دوسری مطابقت کے پیش نظر روایت کی رسمہ الظہیل پر ہیں ہے۔ سب سے دیگر مطروحات کی طرف توجہ سے دینی ہے۔ وہ ہیں بھی حیات میں تدبیر کا دار آرائی، ان ارکان میں، لیکن فیصلہ جہز دینی دینے والے تھے اسے اوقاف نے روایت کی تاریخ پر دینے کوئے^{۳۱} حیات سے منسلک رہا، اور اسے دار ایک حکام ٹرہو بنی مامری و اہم ترین پستوں پر دینے میں، لیکن جب بے گروہ اوقاف کے بعد یہ مجدد طرکات میں نکلتا، تو پست ہے، چنانچہ میں۔“

چودہ دست سے کہ اقبال نے ابتدائی اسلوب پر دینے کی طاقت اور غالب کا فہم و فہمیں کی یہ سکتا ہے، لیکن آگے کاں تر قابل جدت و حسن کی چکر میں حیات و تصویرات و شاعری کی سطح ہے، اوقات کر اسے واسطہ ہے۔ اس ضمن میں فیض سے نظر اٹھانے سے اقدار سے توجہ سے کہ بے گروہ شاعری پہ دیکھ، حقیقت، عناصر، اوقات اور امتداد میں تخیل کا نشان دہی کی ہے۔ اس سلسلے میں فیض نے اسلوب اقبال کی وہ خصوصیات نوآوری ہے۔

۱۔ ”کچھ تو یہ کہ قوت سے دار حیات و انکار کو قتل کر کے فرد شاعری روایت کے فرد اور چلے جائیں، اس سے امت و تحشیات میں چل دیا دی۔“

۲۔ ”بے رنگ اور دینی حیات اس سے لکھی سے لہذا کی یہ مضمون اپنی طاقت اور حقیقت کے مدوجہ اب کے عشق سے یاد رہیں، عظیم ہوئے لگتے ہے۔“

اقبال کے اسلوب پہ فیض نے تہرے کے بعد اسلوب فیض سے عشق پر دوسرے حقائق کی سہارے تہرے، قیام محسوس ہوں ہے، اس سے مطابق اقبال کی طرف فیض نے قدم شاعری عین مومن، دوسرے کہیں، اس کے ساتھ اوقات میں یہ سہارے پوری نگہ، نے اس پر یہ اقدار، اس کو رہتیں کی ہے، جس کی ہے سے پہلی اصطلاحوں یا اصطلاح میں عہد جدید کے سے مناسبت سے تاریخی شاعری کے افق و مدار کی ہے۔“

اقبال کی ہاں چوڑے کو تہرے، تہا غیر صریح اسلوب میں عین کیے جاہ کار نشان ہاں سے اس غیر صریح اسلوب کے یاد دہن اقبال نے اپنے کلام کو کہے طاقت دی؟ فیض اہل سائنس نے کہا۔ میں نہیں دیکھ سکتا کرتے ہیں۔

ایک چیز جو اقبال پر بار بار شاعری و اقبال کا حلیہ ہے، اور اس پر دیکھا، سنوں سے، شکل کو، بجا، اہل، اوقات، اہمیاں، سرکردہ، اہم ہے۔

۲۔ ”یہ الفاظ کا سنوں، بار بار دہرائے ہیں، لیکن بار بار۔ بار بار دیکھیں، نہ محاکم، صاف شکاف الفاظ، لیکن ہر چیز میں شکاف کیے گئے۔“

۳۔ ”بار بار دیکھ، مثال کے طور پر صہر قریب کی بحر۔ اقبال کے ہاں کم از کم چھ ایسا بحر میں ملتی ہیں، جو اس سے نقل اور شاعری میں مستقل ہیں۔“

اس بحر کے بار بار اقبال اپنی لطایف و اس طرف تہرے، دینے ہیں، دوسروں کے سے کوئی اثرات افسر میں نہیں ہیں، مگر دینے ہیں اور ان میں نہیں کہیں اس لکھی نواریاں سے سے لیے سب سے اب ہو سے میں اور دیکھ نہیں ہے نہ دہرائے ہیں ہے۔

اگرچہ فیض نے اقبال کی فکر کو اس کے طبقات اور حقیقت کو اس کی شاعری میں اظہار کیا ہے، لیکن اہل عالمی سے حیاں

انکار ہی میں سے ہی ہماری ذہنی زندگی میں دو کچھ دیکھیں گے۔ جو اس سے بچنے والے ہیں کسی واحد مصنف کی واحد یہ وہ کسی واحد فکری نے ان کے افکار میں پیدا کیے۔^{۶۹}

مذہب، دلائل، تنقید، توحید، بار بار کہتے ہیں کہ انہوں کی شخصیت اور فن سے متعلق لکھنے کے حقائق میں وہی جبروتی تھا، جس نے ان کو یہ کہا تھا کہ اپنے فکری اختلاف کے لیے کسی بھی شخص نے نہایت شہرہ و اعتبار کیا۔ یہاں تک کہ ان کی شخصیت کا اطلاق ہے، ان کی ساری زندگی انہیں خالقیت اور فرائض انہیں پیش کرتے رہے۔ ایک فن کی انشیت ہے اور جس سے نہایت ہے اور رہے اور ان کی دیگر ترقی کا اندازہ دینے کے وقت ہے کہ ان کے ہاں ہمیشہ ایک اہم اور دور کا کام رہا۔

حوالہ جات و حواشی

- ۱۔ فیض احمد فیض، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰، فردوسِ حسنات، ایم بی ۱۹۶۴ء
- ۲۔ علی احمد کاظمی، فیض احمد فیض، فردوسِ حسنات، ایم بی ۱۹۶۱ء
- ۳۔ ۱۔ ۲۰۰۰ میں ماے چاند، ادب، فردوسِ حسنات، ص ۱۰۰
- ۴۔ ۱۔ ۲۰۰۰ میں ماے چاند، ادب اور فکریات، ص ۱۰۰
- ۵۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۶۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۷۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۸۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۹۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۱۰۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۱۱۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۱۲۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۱۳۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۱۴۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۱۵۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۱۶۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۱۷۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۱۸۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۱۹۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰
- ۲۰۔ فیض احمد فیض، حواشی، اردو ادب سے قرین، ص ۱۰۰

They are purely symbols, symbols to illustrate some inner subjective theme which Iqbal wants to communicate through these symbols. They are no longer things in themselves. Iqbal is not interested in the Eagle or Shabeen as such. I don't think he has ever described

what the eagle looks like. He is not interested in the fire-fly as such, nor in the eagle, or the moon or the sun, they are no longer for him external objects but merely symbols to illustrate certain ideas. (اقبال، ۱۹۰۸ء)

۱۱۔ The Secret of the Self نفسی آراء (۱۹۰۸ء) میں اقبال نے 'Introduction' میں شش ماہ

میں ماہر فلسفہ Nietzsche کے 'Will to Power' کے مابین اعلیٰ اور اخلاقی کے مسئلہ (The Problem of the Will) پر بحث کی ہے۔

۱۲۔ 'شش ماہ فیض'، اقبال نے اپنی 'آخری نظم' 'مہر و قمر' (۱۹۰۸ء) میں اقبال کے 'Introduction' میں

Iqbal's Perfect Man 'Mard-e-Kamil' disengages himself from Nietzsche's emphasis. For Iqbal a categorical imperatives rule out all forms of nihilist chaos, nihilism, social exploitation and personal aggrandisement. (اقبال، ۱۹۰۸ء)

۱۳۔ 'مہر و قمر'، اقبال کی 'مہر و قمر' میں

۱۴۔ 'مہر و قمر'، اقبال کی 'مہر و قمر' میں

۱۵۔ 'مہر و قمر'، اقبال کی 'مہر و قمر' میں

Qurrat-ul Ayn Javed narrated this incidence on the dais of Chahab Academy few years back. In this account she has narrated the entire episode of Faiz walking out on a gathering, who refuted Iqbal's ideology

۱۶۔ 'مہر و قمر'، اقبال کی 'مہر و قمر' میں

۱۷۔ 'مہر و قمر'، اقبال کی 'مہر و قمر' میں

۱۸۔ 'مہر و قمر'، اقبال کی 'مہر و قمر' میں

۱۹۔ 'مہر و قمر'، اقبال کی 'مہر و قمر' میں

۲۰۔ 'مہر و قمر'، اقبال کی 'مہر و قمر' میں

۲۱۔ 'مہر و قمر'، اقبال کی 'مہر و قمر' میں

"No man was ever yet a great poet" wrote that very discerning critic Coleridge
"without being at the same time a great philosopher" (اقبال، ۱۹۰۸ء)

۲۲۔ 'مہر و قمر'، اقبال کی 'مہر و قمر' میں

۲۳۔ 'مہر و قمر'، اقبال کی 'مہر و قمر' میں

Unlike some of his medieval predecessor he was not only equipped with intensive education in various philosophical school both ancient and contemporary but also communicated sufficiently precise and concise language to articulate his answers to the problems of Reality with logic and precision. (اقبال، ۱۹۰۸ء)

۳۳۔ فیض احمد فیض، دیوان، ص ۱۰۳

۳۴۔ آگے کا سفر، ہم جیتے جی مصروف رہیں، دیکھو! انکسوسمہنگی، عادی فیض، مجلس، ص ۷۵

۳۵۔ نگار اقبال، ایضاً، مسطور، ص ۳۶

۳۶۔ فیض احمد فیض، نگار اقبال، اختر، ہم جلد، پتر پڑھو! ہم سمجھتے تھوڑے (اقبال، نبر۱)، ص ۱۱۳

۳۷۔ فیض احمد فیض، اختر، ہم جلد، طائف سن لڑیں، ہم جلد، لڑو، ڈانڈے، ص ۱۱۳

۳۸۔ آگے کا سفر، ہم جیتے جی مصروف رہیں، ص ۱۰۳

۳۹۔ فیض احمد فیض، انکسوسمہنگی، فیض احمد فیض، ص ۳۲۔ اقبال، ص ۱۰۳

iqbal begins himself in his very early works, in the work that he wrote in his youth. He talks about himself, about his love, about his grief, about his loneliness, about his disappointments. Then from himself, he progresses to the Muslim community, to the Muslim world, in the later half of *Bang-e-Dara*. From the Muslim world he goes further to mankind and from mankind to universe. (اقبال، ص ۷)

۴۰۔ ڈاکٹر محمد علی محمدی، فیض احمد فیض، ص ۵۹

۴۱۔ فیض احمد فیض، انکسوسمہنگی، ص ۷۵۔ اقبال، ص ۱۰۳۔ اختر، ص ۱۱۳

۴۲۔ فیض احمد فیض، اقبال، ص ۱۱۳۔ اختر، ص ۱۱۳

۴۳۔ اقبال، ص ۱۰۳۔ اختر، ص ۱۱۳

۴۴۔ فیض احمد فیض، انکسوسمہنگی، ص ۷۵۔ اقبال، ص ۱۰۳

He is the poet of struggle, of evolution, of man's fight against the hostile forces of nature, the forces hostile in the spirit of man. (اقبال، ص ۷)

۴۵۔ فیض احمد فیض، نگار اقبال، اختر، ہم جلد، پتر پڑھو! ہم سمجھتے تھوڑے (اقبال، نبر۱)، ص ۱۱۳۔ اقبال، ص ۱۰۳

Having already parted company with the traditional mystic who dismisses the physical word as an obstacle and human physical existence as mere variety, Iqbal discards equally emphatically the dogmatic theologian and his magic orthodoxy. (اقبال، ص ۲۲)

۴۶۔ فیض احمد فیض، اقبال، ص ۱۰۳۔ اختر، ص ۱۱۳

۴۷۔ فیض احمد فیض، انکسوسمہنگی، ص ۷۵۔ اقبال، ص ۱۰۳

۴۸۔ فیض احمد فیض، سیرا، ص ۷۵

۴۹۔ فیض احمد فیض، نگار اقبال، ص ۱۱۳۔ اختر، ص ۱۱۳

۵۰۔ فیض احمد فیض، سیرا، ص ۷۵

۵۱۔ فیض احمد فیض، انکسوسمہنگی، ص ۷۵۔ اقبال، ص ۱۰۳

- ۶۰۔ علی احمد نقی، نقی، اور اقبال، مصنفہ، لکھنؤ، اردو بکس، ۱۹۸۱ء، ص ۶
- ۶۱۔ نقی احمد نقی، اُنہادی قومی زندگی اور ذہن پر اقبال کے اثرات، مشعل، لکھنؤ، ص ۴۳
- ۶۲۔ نقی احمد نقی، ص ۱۰، ۱۱، ۱۲، جسک ۹ نومبر ۱۹۸۳ء
- ۶۳۔ نقی احمد نقی، مذاکرہ و مذاکرہ، جلد ۱، ۹ دسمبر ۱۹۸۳ء
- ۶۴۔ نقی احمد نقی، اُنہادی قومی زندگی اور ذہن پر اقبال کے اثرات، مشعل، لکھنؤ، ص ۶۰
- ۶۵۔ نقی احمد نقی، ممبران، ص ۱۲۸
- ۶۶۔ نقی احمد نقی، ”اقبال کا نئی پیکر، مشعل، لکھنؤ، ص ۳۰۔ اصل ایام ۱۹۸۳ء

iqbal himself was steadily opposed to art for art's sake and, therefore, we cannot study his art or his style or his technique or his other poetic quality in isolation from his theme because even though there is steady progression in his style, even though he wrote in different styles, yet all these styles were fashioned according to the theme which he was trying to put across. Therefore, the evolution of his style is parallel to the evolution of his thought and it would be superficial and misleading to study one in isolation from the other

- ۶۷۔ نقی احمد نقی، فکر، اقبال، اور نقی، مشعل، لکھنؤ، ص ۵۵
- ۶۸۔ نقی احمد نقی، اُنہادی قومی زندگی اور ذہن پر اقبال کے اثرات، مشعل، لکھنؤ، ص ۴۳
- ۶۹۔ نقی احمد نقی، اُنہادی قومی زندگی اور ذہن پر اقبال کے اثرات، مشعل، لکھنؤ، ص ۴۱

کرم محمد سفیر خواہی
سنت پادشہ شجاع و جگر و
بین الاقوامی اسلامی غور و غبر و اسلام آباد

[illegible][illegible]

ایک عمومی (Public Intellectual) وہ ہے جو اسے درست اپنے حالات سے یہی آواز دے دیتا ہے۔
 اکثر کاروبار میں یہ پیش کرتے ہیں کہ وہی اصولی کے وسط سے مغرب میں دانشور رجعت پھرنا اور جائزہ نظریات کے خلاف
 ہمارے یہاں رائج آئے۔ جس کی برآویں میں کوئی پالیسیوں پر حقیقہ ور کے اقتدار کو کسی نوعیت کی جتن سے ہم سے پیش
 آتا ہے وہ بھی ہے، تبصری کر کے جائزہ لیں، پھر ان کی دوسرے کو تو انہوں نے علاوہ دینے کی (Minim Chancy) نے ان
 شخصوں کو ان کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کی جانب سے ہیں۔

ملکوں کی بڑی تعداد پر دستی داشت کردی کا حشر، ملکی استبداد کی یہ اعلیٰ درجہ جس، حقیقی شہیت کا
تجربہ ہوئے ہیں۔ فوجی طاقت اور دولت کی پابندگی کے لیے مسکوکات کا تصدیق بخیریت ہے۔۔۔ یہ ان لوگوں
دولت ٹھوس شدہ اصول پر ہے اور جو یہی ناکہ گرجش اور انہر حرمت مہاراجی کے ساتھ ہے۔۔۔

۱۹۸۱ء کے حالات: ایڈیٹر محمد نور کا نیکل میڈن سے جلاوطنی کی ذیلی نوعیت کا فیصلہ ملتا ہے اور اس سے متوجہ ہو کر

- ۵۔ ح۔ الفیصل ہے، دیکھئے، نیت گروہ کی کتاب Subaltern Studies I، سبھو چندری پرش، ۱۹۸۷ء، لاہور۔
- ۶۔ شیخ، مبینہ، India's Partition Process: Strategy and Mobilization، لاہور: خیر، ۲۰۰۷ء، ص ۲۰۱۔
- ۷۔ Gayatri Spivak "Can the Subaltern Speak" 1985b In Diana Brydon (ed. Postcolonialism: Critical Concepts in Literary and Cultural Studies (5 Vol.) London & New York: Routledge, 2000 p 1442
- ۸۔ قزوینی، سید، Between Past and Present: Selected Essays on South Asia، لاہور: سہو، ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۰۔
- ۹۔ کمال، شہد علی، The Poetry of Faiz Ahmed Faiz, Grand Street, Vol 9 No.2 (Winter 1990) pp 129-138
- ۱۰۔ ایضاً، ص ۱۳۴۔
- ۱۱۔ محمد امین، ڈاکٹر، نقیض کی جد آواز، شمس، مظہر، لاپتی، نقیض میر، نقیض نقیض شاعری، لاہور: سہو، ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۰۔
- ۱۲۔ شہد علی، The Rebel's Silhouette، لاہور: سہو، ۱۹۹۸ء، ص ۱۰۰۔
- ۱۳۔ ایضاً، ص ۱۰۰۔ Reflect on Exile and other literary and cultural essays، لاہور: سہو، ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۰۔
- ۱۴۔ Myram Chancy, Searching for Safe Space: Afro-Caribbean Women Writers in Exile Philadelphia: Temple UP, 1997 p.1
- ۱۵۔ ایضاً، ص ۱۰۰۔ Reflections on Exile and other literary and cultural essays، لاہور: سہو، ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۰۔
- ۱۶۔ مینو، مینو، Memoirs، لاہور: سہو، ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۰۔
- ۱۷۔ شہد علی، The Poetics of Solidarity: Palestine in Modern Urdu Poetry, All Journal of Comparative Poetics, No. 18: Post-Colonial Discourse in South Asia, pp 29-54

یہی ہوں گا ، یہی عرق ، مار کا پور
 یہی ہے ج ، یہی اختیار کا سور
 فلسفے میں تھوڑے تھوڑے ٹکڑے
 ہیں میں آج کل کے کلمہ کا سرم
 سے ہم نے نہ دیکھا تو دور دیکھے
 باغ گلشن و صفت بازار کا موسم

[illegible]

مگر ان کے فیصلے کی نظر میں جو کئی بنیادی غلطیاں تھیں جن کی اصلاح کو ان کے ساتھ ملا کر فیصلے سے درجہ اولیٰ میں بہت دور ہے جو دنیا کے لئے ایک نیا دور ملائی کی نظر میں ایک نیا دور تھا جس کی بہت سی باتوں کا احوال سے فیصلے سے ایک باقی ہے یہ ان کے لئے کہ یہ جو فیصلے سے اس کی نظر میں ایک نیا دور تھا جس کی بہت سی باتوں کا احوال سے فیصلے سے ایک باقی ہے یہ ان کے لئے

فیضان کی شانیں رکھا، ہر چیز پر ایسا کی جادوئی سی تاثیر ہے جو انھیں سب سے زیادہ اچھی سے صرف محاسنِ قرآنی پر مشتمل کی میں محسوس ہوتا ہے۔
 یہ جلد انسانِ مضمحل کی دُعا ہے جو نہ تو ہر چیز کی شانیں اچھی سے ہے۔ احوال سے صورتِ حوالی سے اپنے دل میں اچھی سمجھتی ہو، جو ہر مضمحل و مہمرباد اچھی
 سمجھتی ہو کہ یہ ہے اُن کو ایسا سمجھو اور دل میں لگے ہوئے

[illegible]

ترقی پسندوں کے کہہ سہی تصور ایک ایسا خاکہ ہے جس میں جبر و تقدیر کا جو دور ہے۔ اس خاکہ کے نیچے یہ ہے:

انڈیکس (اختصاریہ)

(شمارہ ۹-۱۰)

سید کمران مہس کلمی

لیکچرر، بشپہ اردو

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

محمد اسحاق خاں

اسیٹو پوسٹ (اردو)

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

• مجلس پنجاب کی ایک ٹیپ ریپٹ (۱۸۶۹ء-۱۸۷۴ء)

ڈاکٹر محمد کاشمیری

مجلس مجلس پنجاب کے ممبران کی غرضیاتی کا خلاصہ ہے۔ اسے چار اہم قسمیں میں بندھوا دیا گیا ہے۔ وہ ہیں اس کے
تعمیل، ترمیم، ترمیم کے تحت شائع کیا گیا ہے۔

• رد المحتار اپنی ایک ٹیپ ریپٹ کی روشنی میں موجود قیاداتی ممبر کے لئے (حصہ دوم)

ڈاکٹر محمد مہس کلمی

اس مضمون کا مقصد ممبران کے لئے شائع شدہ رد المحتار، جو ۱۸۶۳ء میں شائع ہوا تھا، پر پیشہ سے
آپ اپنی ایک ممبر کے لئے رد المحتار کے تحت شائع کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں آپ اپنی ایک ممبر کے لئے
تعمیل، ترمیم، ترمیم کے تحت شائع کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں آپ اپنی ایک ممبر کے لئے
رد المحتار کی روشنی میں رد المحتار کے تحت شائع کیا گیا ہے۔

• جامعیت میں رد المحتار کی روشنی میں (حصہ اول)

ڈاکٹر محمد مہس کلمی

اس مضمون میں رد المحتار کے جامعیت میں رد المحتار کی روشنی میں رد المحتار کے تحت شائع کیا گیا ہے۔
اس مضمون میں رد المحتار کے جامعیت میں رد المحتار کی روشنی میں رد المحتار کے تحت شائع کیا گیا ہے۔
اس مضمون میں رد المحتار کے جامعیت میں رد المحتار کی روشنی میں رد المحتار کے تحت شائع کیا گیا ہے۔

• رد المحتار میں مسلم تفسیر کے تحت شائع کیا گیا ہے

ڈاکٹر محمد مہس کلمی

اس مضمون میں رد المحتار کے تحت شائع کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں رد المحتار کے تحت شائع کیا گیا ہے۔
اس مضمون میں رد المحتار کے تحت شائع کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں رد المحتار کے تحت شائع کیا گیا ہے۔
اس مضمون میں رد المحتار کے تحت شائع کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں رد المحتار کے تحت شائع کیا گیا ہے۔

”یہ نہیں ہے اس سببوں میں اور وہاں ہے جس کی نگاہ اور ہر چیز وہاں کی جتنی بھی نظر کیا ہے۔“ اس عبارت کو پڑھا تو
 ہاں ہر شے دیکھنے سے نہ توجہ پا جان کی نسبت خود سے غافل ہو گئی جہاں وہ جہاں سے گزرتا تھا۔ وہ کہہ
 سکتا تھا کہ میں وہیں ہر شے کی نگاہ سے گزرتا ہوں کہ اسے دیکھنے سے گئی ہے۔

داکٹر سیدی مرسلہ احمد عبد اللہ

نام کی یہ تیسری صدی میں دوسرے صنف میں جسے کا عنوان: "عجز" ہے۔ اس میں ایک نئے لہجہ کے قیام کا پرچم ہے۔ اس میں ایک شاعر نے اپنے مخصوص مضمون کے وسیلے پر "تسلی" کے ساتھ ایک اور نئے صنف میں شاعری کے "عجز" کے ساتھ ایک نئے لہجہ کے قیام کا پرچم ہے۔

فصل اول در بیان احوال

فردا صبحی مہر کے ناول نگاروں میں غلام احمد صاحب سے اہم ناول نگار تھے۔ انھوں نے ان کا ماحول اس اہمیت سے آگاہ کیا کہ مہر صاحب اس کے سیاسی و ملی محرکات سمجھنے میں صلاحیت کی حیثیت رکھتا ہے۔ مہر صاحب نے اس ناول کا آواز دیا ہے کہ مہر صاحب صلاحیت رکھتا ہے۔

Figure 1

۱۔ دشمنوں کا قتلہ اور غزوہ حقیقہ بعد کا یہ حربہ ان معصوم بچوں پر ٹکرسکیں گے جس سے ان کے دل بچیں گے۔

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

[illegible]

ڈاکٹر جواد علی، ترجمہ: عمر قدوق

لوگوں نے یہ کہا کہ ان مسلمانوں کی معرفت سے ضرورتوں کے آواز نہ اترے گی اور ان کی اصطلاحات پر عمل شرعی کے خلاف ہے۔ لیکن یہ سچ ہے۔ اگر ہم اپنی پیش رفت سے بہرہ ور ہونے کی بجائے روک ٹوک کے لیے روک ٹوک کر لیں تو ہمیں یہ سچا ہونا چاہیے کہ ہمیں اپنی ضرورتوں کے لیے عمل کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔

♦ **دعایاں غالب (لوحی) کی وجہ و تدوین: ایک مجموعہ**

ڈاکٹر حفیظ دہلوی

دعایاں غالب سے مختلف نسخوں اور ان کی تدوین میں تحقیق و تفتیش و تلافی موجود رہی ہے۔ اس مسئلے میں مختار گار۔
نور عثمانی کے مسابقی تدوین دجایاں غالب کی اصل شکل طے کار کیا ہے۔

♦ **اقبال کا تصور نفس**

ڈاکٹر رشید مجید

اقبال کے تصور نفس کی طرح کے مسئلے اٹھائے ہوئے ہیں۔ مختار گار نے اقبال کی شاعری کے حوالے سے اس تصور نفس کو نیکوئی کوشش ہے۔ مختار گار نے شعری دجایاں سے اقبال کے تصور نفس پر روشنی ڈالی ہے۔

♦ **اقبال کے ایک مجموعہ مخدوم الملک سید گلہ میری شہ**

ڈاکٹر بدر الملک

مختار گار نے اقبال کی شہ بہت سی شخصیات اور سے قریب رہی ہیں۔ اور تحقیق میں اس امر کی مدد ہے کہ یہ شہ
شخصیات کا نام لگایا جائے اس کے اقبال سے مختلف ہے اور یہ ہیں۔ اور یہ شخصیات کا نام لگایا جائے اس کے
یہ شخصیات سے شہ بہت مل جاتا ہے۔ اقبال اور مخدوم الملک کے مابین یہ باتی اور یہ باتی آتی

♦ **اقبال: گہرا بخود کا سے تاریخ تصوف تک (کسی بانگ)**

محمد خیر خواہ

یہ غرض ہے کہ اقبال کے بارے میں یہ باتی ہے۔ اقبال کے بارے میں یہ باتی ہے۔ اقبال کے بارے میں یہ باتی ہے۔
اگر وہ شخص ہے کہ اقبال کے بارے میں یہ باتی ہے۔ اقبال کے بارے میں یہ باتی ہے۔ اقبال کے بارے میں یہ باتی ہے۔

♦ **مختار اور موجودہ انسانی رویے**

ڈاکٹر نسیم اکبر

مختار اور موجودہ انسانی رویے کے بارے میں یہ باتی ہے۔ مختار اور موجودہ انسانی رویے کے بارے میں یہ باتی ہے۔
مختار اور موجودہ انسانی رویے کے بارے میں یہ باتی ہے۔ مختار اور موجودہ انسانی رویے کے بارے میں یہ باتی ہے۔

♦ **پاکستان میں سماجی تبدیلیاں اور مسئلے کے اسیانے**

ڈاکٹر محمد رفیق

مختار اور موجودہ انسانی رویے کے بارے میں یہ باتی ہے۔ مختار اور موجودہ انسانی رویے کے بارے میں یہ باتی ہے۔
مختار اور موجودہ انسانی رویے کے بارے میں یہ باتی ہے۔ مختار اور موجودہ انسانی رویے کے بارے میں یہ باتی ہے۔
مختار اور موجودہ انسانی رویے کے بارے میں یہ باتی ہے۔ مختار اور موجودہ انسانی رویے کے بارے میں یہ باتی ہے۔

• گوری محضوف اور سعادت حسن منٹو ایک تجرباتی مطالعہ

والا فمرحمتہا

منزل کے قیمتی ذائقہ کی نگینوں میں فرانسیسی اور روسی ادب کا گروہ نمایاں ہے۔ ان مکالمے میں مصنف نے عین اہم انسانی مسائل کو اجتماعی مطالعہ پیش کیا ہے۔ یہ ادب اپنے جذبہ اہم ہے کہ نوجوان انسان ہمارے عصر کی تعمیر میں ایسا جیوا ذائقہ رکھتے ہیں۔ مصنف نے تجربے کے مصوب کے اشتراکات سے نوجوان بحث کی ہے۔

• منہو بھیشیت قلمی طکان فخریاتی مطالعہ

سید کاظم ابن عباس کاظمی

منٹو کی تحقیق زندگی کے آگے ہر وجہ سے ہاتھ بندھ جان میں عظیم قلموں کو بھی فروغ حاصل ہو رہا تھا۔ منٹو نے اپنی قلموں کی سبکیوں لکھیں۔ اس کا تحقیقی ذہن قلموں کے لڑائی پیلوں میں توڑا ہوا مرکز رہتا ہے اور وہاں ڈھلے میں ڈھول قلموں کے نایاب جھڑھستان آواز دے منٹو کو باہر قلمی قلم کی کھڑکی کو تلاش کی جیتا۔

• ”شام اودھ“ اور ”جگ گریں“: صورت: تصویر اور نمائندگی

انعام ہو اور ایک روحانی اور نیک چارہ بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں مصنف نے عہدِ وصال کی نیکیں قدم قدم چھوچ کر نذر کر کے کی چارہ بھی کی ہے۔ ان دنوں میں ناسانی گروہوں کا جو یہ تصور اس کی روشنی میں مصنف نے جائزہ لیا ہے۔ مصنف کے دوسرے ناولوں میں گروہوں کا بھی تاریخی مطالعہ کیا گیا ہے۔

عزیز احمد کے چوتھے: تاریخ و تہذیب کی حفاظت

ڈاکٹر محیر العشق

عراق اور کابل بھی ان کے افسانوی اور غیر حقیقی تجربوں میں جا بجا مختص ہوتا ہے۔ انھوں نے ہر مسلم مملکت میں ان کی توجہ کا مرکز وجہ بنایا ہے۔ اس مسئلے میں مصنف نے عراق کے دشمن کے حوالے سے ان کے تخیل اور ہر بھی شعور کی بازیافت کو پیش کیا ہے۔

• قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں پھر لطیفاتی حاضری

والکفر قریحہ نکبت

قرآن میں حیدر اللہ والے کا ایک اور نام ہے۔ ان کے ہاں دو نام طریقی و بعد الطریق ہیں۔ صورت موجود ہیں جو ان کے ہاں نہیں ملتا۔ اگر کباری کی اس روایت کا راستہ چلیں۔ مصلحت نے بعد الطریق حاکم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن میں کے علماء کو ان کے استقامت پر بھی روشنی ڈال دے۔

• اردو کی نثری داستانیں اور ان کے مرکزی کردار: جمل چاند

۱۳) اکثر فقہیہ و مجتہد

ایکستان کو ایک نازی سربراہی ہے جس کی وجہ سے وہ جلد سے بھی اٹل نہیں ہو سکا۔ جتنوں نے اردو زبان و ادب کو نہ صرف موضوع بحث کی دامت شمس بلکہ ذخیرہ الفاظ بھی پیش کرنا دیکھا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس مقامے میں داستانوں کے بعض اہم کرداروں کا ترجمانی معاصر کیا۔

♦ نذر سجاد مجدد کی سوانحی تحریریں

ڈاکٹر رفیع الرحمن

نذر سجاد مجدد اپنے مجددی رجحان کے حلق کار تھے۔ معاذ نے اس مقالے میں ان کے سوانحی قریبوں کا مفصل جائزہ دیا ہے۔ اور ان سے ان کی سوانحی زندگی کے علاوہ ان کی مالی زندگی کو بھی پرکھنے کی کوشش کی ہے۔

♦ ”تفسیر القرآن“ کی محکمات و تحریکات: ایک احباب

ڈاکٹر محمد منیر مدنی

قرآن کے اسلوب بیان پر مختلف زاویوں سے غور کیا گیا ہے۔ بعض علماء و محققین نے قرآن کی ادبیات و شعریت اور اہمیت کو جانکر لایا ہے تو بعض نے اپنا قرآن دور، اپنا زمانہ و اپنا ماحول میں وضع اور گہرے مضامین کے بیان کو سمجھنا چاہا ہے۔ اس سلسلے میں منیر مدنی قرآن کی کاملاً ایک اہم تحریری میدان کی حیثیت رکھتا ہے۔ مقالہ نگار نے اس مقالے میں منیر مدنی قرآن کی تفہیم کی کوشش کی ہے۔

♦ مولانا غلام رسول مہر۔ بحیثیت سیاست دان

ڈاکٹر محمد آصف آصفی

مولانا غلام رسول مہر کی شخصیت کی کئی جہات ہیں۔ مقالہ نگار نے مولانا کی سیاسی زندگی کو اس مقالے میں موضوع بحث بنایا ہے۔ مولانا مہر کی سیاست کا مرکز و محور مسلمانوں کی فلاح و بہبود تھا۔ وہ تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے۔ تحریک خلافت اور دیگر سیاسی تحریکات یا تحریکات کے انھیں سرگرم اور قورادہ پاکستان کے حوالے سے سچی، سہیف کی خدمات کو معترف سے رہا ہے۔

♦ نگار تہجد کی وفتیل مطالعہ

ڈاکٹر رفیع الرحمن

مہر العظیم شہر نے جو قرآنی دہائی لکھنے لیکن ہم عربی و مقام ”نگار تہجد“ کو مصنف اور نگار دہائی دہائی دہائی کو نکل دیا۔ ”نگار تہجد“ نے علم و ادب کی خدمت کے ساتھ ساتھ جو غیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی بے ادبی شہرہ اور کردار ادا کیے۔ معاذ نے ”نگار تہجد“ کی علمی، ادبی اور دیگر خدمات پر اس مقالے میں روشنی ڈالی۔

♦ ایک ترقی پسند نعلے کا غیر ترقی پسند مدبر

ڈاکٹر حفصہ حسین

امداد ادب شہر ادب لطیف ہرے کو ستر ”ثبوت“ حاصل رہی ہے۔ ان کے مدبران باہم ترقی پسند تھے۔ کاروبار۔ انکسار۔ ادب ان کے ہرے کے مدبر بنے تو انھوں نے اس کے ترقی پسند رجحان کو یکسر چھوڑ دیا۔ ان مقالے میں مقالہ نگار نے ادب لطیف کے اس دور کا جائزہ لیا ہے جب یہ انگار ”مکان کی ادبیت میں شائع ہو رہا تھا۔

♦ جدید آراء و فہم اور علم ارضی کی شعری کا کائنات

ڈاکٹر ذہب اختر

جدید آراء و فہم کے حاملے سے علم ارضی ایک اہم کار ہے۔ معاذ نے ان کے شعری اور ادبی اہمیت کو اس مضامین میں شعروں کے حوالے سے پرکھنے کی کوشش کی ہے۔ ”علم ارضی“ جدید آراء کے علم کے لئے شاعر ہیں۔ ان کے موضوعات ہمہ دورہ کے سہجی کا اعلا ہے۔ مقالہ نگار نے ان کے موضوعات کا تجزیاتی مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

• ڈاکٹر حکیم مصطفیٰ خاں کی ارسطوئیہ بات

زینت اللہ خاں

ڈاکٹر حکیم مصطفیٰ خاں اردو، فارسی، عربی اور انگریزی نو فہم اور طبابت میں غیر معمولی مہارت رکھتے ہیں۔ تہذیب و ثقافت، شاعری، تحقیق، تخلیق و تراجم، سائنس اور جدید دوسرے موضوعات پر ان کی کم و بیش سوسے ڈاڑھ تکیہ شائق ہو چکی ہیں، ان مضمون میں مصنف نے ان کی زندگی کے پورے کے علاوہ ان کی اردو زبان و لہجے کے لیے شہادت کا جائزہ لیا ہے۔

• نیا چاند سری کی شاعری میں معاشرتی ماحول

شیر افضل داؤد

نیا چاند سری ایک بچپن سا دلچسپ لکھ ہیں۔ نیا چاند سری نے اقتصادی تاحی دور سماجی عدم مساوات کے ماحول معاشرے میں زندگی گزارا، بلکہ اور بڑی دلچسپی اپنے موضوعات پر لکھا ہے۔ مسئلہ ہے ان کی شاعری میں ایسے ہی معاشرتی ماحول کو کوئی نگاہ ہے اور ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔

• فیض: ایک انسان دوست شاعر

ڈاکٹر خالد اقبال پسر

فیض کی شاعری کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے واقعی انسانی کائنات کو اپنے دل کا نشانہ سمجھا اور اسے ذاتی جذبات کو باہر سے ملنے کی طرح سمجھا۔ ان مسئلے میں مصنف نے فیض کے فائن دوست روئے کار کے شاعری حوالے سے جائزہ لیا ہے۔

• فیض اور انیسویں صدی کا ماحول

ڈاکٹر عبدالکریم خٹک

فیض کی شاعری ان کے اس تجربہ حیات کی ترجمانی کا فریضہ دہا۔ یعنی یہ وہ ہیں کی ہم صریح کے دور سے وسعت پا کر آنے والے نو فہم کا ماحول کرتی ہے اپنے زمانے کے فضا میں اور ہم دور ہونے کے علاوہ جدید آئینہ کے امکانات کو اپنی زبان میں پیش کرتا ہے۔ انیسویں صدی کے ماحول سے منظر نگار نے شعر فیض کی تحریک کی کوشش کی ہے۔

• فیض کی اقبال جی

ڈاکٹر محمد عارف

فیض اپنی عقلی زندگی سے آگاہی میں اقبال سے متاثر تھے۔ فیض نے اپنے افکار میں جو اقبال کو خزانہ حیات قرار دیا ہے۔ ان مقالے میں مصنف نے فیض کی اقبال جی کا جائزہ کیا ہے اور تعلیم اقبال کے بارے میں دیکھے ہیں۔

• فیض، انقلاب اور آزادی کی تحریک

ڈاکٹر محمد رفیع اعوان

شاعری تو زیادہ تر جذباتی رجحان کے اعتبار کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسی قوت ہے جو لوگوں کے دلوں کو ہلے سے ڈاڑھ اتار دیتی ہے اور شاعری انسانی دل میں جاتی ہے۔ فیض کی شاعری کہتا ہے کہ انے بعد تو آزادی کی تحریکات کے حوالے سے کچھ کی کوشش کی ہے۔ ان مقالے سے یہ ہم مضمون ہے کہ خود فیض کا لفظ تو آزادی سے مراد تو آزادی ہے۔ ان مقالے سے یہ ہم مضمون ہے کہ خود فیض کا لفظ تو آزادی سے مراد تو آزادی ہے۔ ان مقالے سے یہ ہم مضمون ہے کہ خود فیض کا لفظ تو آزادی سے مراد تو آزادی ہے۔

• فیض احمد فیض کا سیاسی شعور

ڈاکٹر حرمینہ بیگم شاہکار

فیض کا نام ان تخلیق کاروں میں سب سے پہلے ہے جنہوں نے اپنی لکھتات کی بنیاد پر مکتبہ تحریک کے عطا کردہ سیاسی شعور پر مبنی اور دوسری طرف ان کی دور رس معاشرتی تخیلوں سے ملتی جلتی ہر بات کو اپنے جذباتی اور انسانی گہرائیوں سے سمجھنے کے لیے اس مطالعے میں فیض کے سیاسی شعور کا جائزہ ان کی شعری لکھتات کی روشنی میں لیا جاتا ہے۔

• اردو زبان کا مستخرج لسانی پس منظر اور چند مباحث

ڈاکٹر شہلا وادلاور شاہ

زبان کا کلام جزیرہ انسانی کے ہر حصہ سے وضع ہوتا ہے۔ ہر مصرعہ، ہر کلمہ اور ہر لفظ زبان کا مستخرج مادہ ہے۔ ہم سے اس کے لیے کتنے کتنے سوچا جاتا ہے۔ ان مطالعہ میں اردو زبان کے لسانی پس منظر اور چند مباحث کی روشنی میں پرکھا گیا ہے اور زبان کے ارتقاء کے بارے میں کچھ نیا لیا گیا ہے۔

• ”خزلے لوگ“ (عجیان خان) کا ایک مطالعہ

ڈاکٹر طالب حسین سیال

اس کتاب میں عجیان خان نے کئی ایسے چہرے کو متعارف کرانے کی سعی کی ہے۔ جن میں اکثر عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ ہر کسی ایک اپنے فن کی بنا پر خوب جانے پہچانے جاتے ہیں اور کچھ شخصیتیں انکی بھی ہیں جن کی شہرت کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں لیکن فن کی منہائی اور عوامی غلامانہ حیرت ان تمام شخصیات کی بے لوث اور قدسہ عقل کی روشنی میں عجیان خان کو اتنا متحرک کیا ہے کہ انہیں نے ان لوگوں کو عالمی سطح پر زندہ لوگوں کی صف میں شامل کیا ہے۔ ذرا غور و فکر سے عجیان خان کی کتاب کو جاننے والا ایک اور چہرہ شہرے کی حیثیت رکھتا ہے۔